قل سیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبة المکذبین (القرآن)

قیمتی تجربات، انوکھے مشاہدات اور قدرتی عجائبات کے علاوہ قیمتی معلومات پر مشتمل ایک دستاویز

﴿سفرنامہ﴾

جنوبی ہند تا جنوبی افریقہ

از

حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاولی

خلیفہ ومجاز حاذق الامت حضرت مولانا حکیم زکی الدین احمد صاحب پرنامبٹؒ

ترتیب

ڈاکٹر محمد فاروق اعظم قاسمی عرف محمد حارث حبان

ناشر

ادارہ اشاعت اسلام دیوبند

انتساب

اس سفرنامہ کو اس ذات اقدس کی طرف منسوب کرتا ہوں
جس کے چشمۂ فیضان سے میں نے عملی و روحانی تشنگی کا سامان حاصل کیا۔
جس کی نگاہ ناز کی جلوہ افروزیوں نے مجھے جلا بخشی۔
جس کی توجہات میری زندگی کے ہر موڑ پر رہبر و رہنماء بن کر کھڑی نظر آئی۔
جس کے حکم پر یہ سفر عمل میں آیا جس کی یہ روداد ہے۔

یعنی پیر و مرشد حاذق الامت

حضرت مولانا حکیم محمد زکی الدین احمد صاحبؒ پرنامبٹ

خلیفہ ومجاز مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب جلال آبادیؒ

اللہ تعالیٰ حضرت حاذق الامتؒ کو اپنے مقربین میں شامل فرمائے
اوران کے درجات کو بلند فرمائے

خاکپائے آستانہ حاذق الامت

محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاولی

فہرست

شمار نمبر	عناوین	صفحہ نمبر
1	انتساب	2
2	فہرست	3
3	تقریظ......حضرت مولانا امام حسین صاحب	7
4	اظہار ربانی......حضرت مولانا امداد اللہ ربانی ندوی صاحب	10
5	تقریظ......حضرت مفتی محمد ارشد جمیل صاحب	14
6	تأثرات......حضرت مولانا شبیر احمد سلوجی صاحب	16
7	تأثرات......حضرت مولانا ایوب کاچوی صاحب	19
8	آغاز سفر	25
9	ممبئی سے روانگی	26
10	ہوٹل میں قیام	27
11	ہندوستان بھی قدیم ملک ہے	27
12	حضرت عقبہؒ بن نافعؓ نے افریقہ کو فتح کیا تھا	29
13	حضرت مولانا شبیر احمد سلوجی صاحب سے ایک ملاقات	33
14	حضرت مولانا مفتی محمد امجد قاسمی صاحب سے ملاقات	37

شمار نمبر	عناوین	صفحہ نمبر
15	حضرت مولانا محمد ایوب صاحب کاچوی مدظلہ	39
16	حضرت مولانا محمد داؤد صاحب دامت برکاتہم	41
17	مسجد حمایت الاسلام میں وعظ	41
18	دارالعلوم زکریا میں حاضری	42
19	دارالعلوم زکریا کے مختلف شعبے	44
20	ساؤتھ افریقہ کی سعادت	44
21	اسلام چینل میں حاضری	45
22	ریڈیو اسلام کے دفتر میں حاضری	46
23	نیشنل حلال اتھارٹی	47
24	حج وعمرہ کونسل	47
25	ریڈیو اسلام کے بانی	48
26	ریڈیو اسلام پر تقریر	48
27	خصوصی پیغام	48
28	ساؤتھ افریقہ کے مسلمانوں کی خوبیاں	48
29	ساؤتھ افریقہ کے مسلمانوں کی دو خصوصیات	50
30	ساؤتھ افریقہ کے عوام کی حالت	51

شمار نمبر	عناوین	صفحہ نمبر
31	ساؤتھ افریقہ میں جہیز کی وباء نہیں ہے	52
32	علماء کرام اور دیندار لوگوں کا طرز معاشرت	53
33	عوام میں حکومت کا احترام	53
34	ساؤتھ افریقہ کب آزاد ہوا؟	55
35	گروپ ایریا ایکٹ کا قیام	55
36	تبلیغی جماعت کی محنت	56
37	ساؤتھ افریقہ پر علماء کرام کی توجہات	57
38	ساؤتھ علماء کرام کی جدوجہد	58
39	سیاہ فام عوام کو اسلام کی اشد ضرورت	59
40	آئی ایس ڈی فون کے متعلق	60
41	ساؤتھ افریقہ کے مشہور شہر	61
42	سڑکیں اور ہائی وے	61
43	بوڑھے ڈرائیور کا لطیفہ	62
44	سیاحتی مقامات	62
45	ساؤتھ میں پبلک ٹرانسپورٹ	65
46	کالوں کی مسلم نوازی	66
47	کالوں کی ایک اور خوبی	66

شمار نمبر	عناوین	صفحہ نمبر
48	بوتسوانہ کا سفر	67
49	آہ! حاذق الامتؒ	69
50	انٹرویو	74
51	پرنکو اسپرائٹ میں ایک رات	85
52	برنکو اسپرائٹ کا پروگرام	86
53	مسجد نورانی میں وعظ اور دو اشخاص کا قبول اسلام	87
54	تین سال قبل حضرت مسیح الامت تشریف لائے تھے	88
55	عیدالاضحیٰ کی نماز	89
56	پرانکو اسپرائٹ کا قبرستان	90
57	مریضوں سے ملاقات اور تشخیص	90
58	مولانا اسحاق کے دولت کدہ پر عشائیہ	91
59	کوسو کے مسلمانوں پر سربوں کے مظالم......	93
60	ظلم و جبر کا دوسرا واقعہ	94
61	......جمعیۃ علماء کے وفد کی ملاقات اور مالی امداد	94
62	اخر میں کچھ خاص لوگوں کا ذکر	95
63	ایک نوجوان کا حسن اخلاق	97
64	حضرت عقبہؓ بن نافع فہری	99

تقریظ

حضرت مولانا محمد امام حسین صاحب رحمانی

امام وخطیب مسجد نعمان پی اینڈ ٹی کالونی بنگلور

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے زمین وآسمان کو پیدا کیا اور زمین پر جس طرح کی مخلوقات سے زمین کو رونق بڑھ سکتی تھی اس سے اس کو مزین فرمایا، اسی طرح آسمان کو ان مخلوقات سے سجایا جس سے آسمان کی زینت اور زمین کی ہر ضرورت پوری ہوسکتی ہے۔

لیکن زمینی وآسمانی ان دونوں مخلوقات پر جس طرح کے بھی مخلوقات کو بسایا اور سجایا اس میں حضرت انسان کو دونوں مقامات پر اپنے بھائی دیگر تمام مخلوقات سے افضل واعلیٰ کی برتری حاصل ہے۔ سورہ نحل میں سب سے پہلی مخلوق آسمان وزمین کا ذکر فرمایا اس کے بعد تخلیق انسان کا ذکر فرمایا، پھر حضرت انسان کے بعد ان اشیاء کی تخلیق کا ذکر فرمایا جو انسانوں کے فائدے کے لئے خصوصی طور پر بنائی گئی ہیں، ان میں سے کچھ کو انسان کھاتا ہے اور اس کی اُون سے پوستین بنا کر جاڑے وغیرہ سے محفوظ ہوتا ہے، پھر اس کے بعد گھوڑے، خچر اور گدھے کو بھی انسانی فائدے کے لئے پیدا کیا گیا۔ غرض دنیا کی ہر چیز کو انسانی فائدے کے لئے پیدا کیا گیا۔ غرض دنیا کی ہر چیز کو انسانی فائدے کے لئے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا۔

مناظر قدرت کے دیکھنے سے معرفت میں اضافہ ہوتا ہے۔

حضرت امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ سفر کے دوران کھلی کائنات کا مشاہدہ غور سے کرو، اس سے خدائی قدرت کا مشاہدہ ہوگا اور خدا سے تعلق بڑھے گا اور جب تعلق بڑھے گا تو محبت دل میں پیدا ہوگی تو خدا کی عظمت وبرتری کا بھی مشاہدہ ہوگا۔ حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی فرماتے تھے ”عارف جب جب وسیع عریض کائنات کو دیکھتا ہے تو اس کی معرفت میں اضافہ وترقی ہوتی ہے۔ کیونکہ صنعت (مخلوط) کو دیکھ کر صانع (حق تعالیٰ) کی پہچان ہوتی ہے۔ جنوبی ہند تا جنوبی افریقہ الحاج حضرت مولانا ڈاکٹر محمد ادریس حبان رحیمی دامت برکاتہم کا سفرنامہ جس کو اگر مشاہدنامہ کہا جائے تو بے جانہ ہوگا۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ آپ نے ان تمام مقامات کا بہ نفس نفیس مشاہدہ کیا ہے جس کے بارے میں آپ نے سفرنامہ میں لکھا ہے، لوگوں سے ملاقاتیں کی ہیں، اور بعض مقام پر تو آپ کا خطاب لاجواب بھی ہوا ہے۔ ایک جگہ تو آپ کے فیض بابرکات کا ظہور اس طرح ہوا کہ کچھ لوگ آپ کے جنوبی افریقہ کے آمد کو مبارک جانتے ہوئے حلقہ بگوش اسلام ہوئے، یہ بھی آپ کا فیض اور اللہ کا فضل تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس نعمت عظیم سے آپ کو سرفراز فرمایا اور آپ کے نامہ اعمال میں ایسی بھی نیکیاں لکھی گئیں جو اس امت کے خاص خاص افراد کو اللہ تعالی میسر فرماتا ہے۔

اس امت کا عام طبقہ اگر اس طرح کی نیکیوں کو حاصل کرنا بھی چاہے تو نہیں کرسکتا۔ یہ سب کرم تھا آپ پر پروردگار کی جانب سے اور کیوں نہ ہو آپ جنوبی ہند کے مشہور شہر بنگلور میں عرصہ سے دینی خدمات انجام دے رہے ہیں آپ کے اندر اخلاص وللّٰہیت، اللہ تعالیٰ نے کوٹ کوٹ کر بھر دیا ہے۔ آپ کی علمی وعملی اور طبی طبقہ میں آپ کی شخصیت ممتاز دیکھتا ہے۔

آپ علم وعمل کے پیکر ہیں اور جامع کمالات کا وافر حصہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ملک ہی نہیں بلکہ بیرون ملک مثلاً مصر، کنیڈا، دوبئی، اور جنوبی افریقہ اسی طرح

مختلف ملکوں کا سفر آپ کا ہوتا ہی رہتا ہے اور لوگ بڑی محبت وعقیدت کے ساتھ آپ کو دعوت دے کر بلاتے اور آپ کے ارشادات وفرمودات نیز طبی تجربات سے بے شمار بندگان خدا فائدہ حاصل کرتے ہیں آپ بظاہر تو ایک فرد کی حیثیت رکھتے ہیں مگر آپ ایک انجمن ہیں، اور مختلف اداروں سے آپ کی وابستگی رحیمی شفاخانہ کی مکمل دیکھ بھال، مریض کا علاج ومعالجہ، نیز دارالعلوم محمدیہ کے مدیر اعلیٰ اسی طرح بہت سے اداروں کو ذمہ داری نیز اسلام پر ہونے والے ہر غلط پروپیگنڈہ کا پردہ فاش کرنا اور دفاع کے لئے تیار رہنا کھرا کھوٹا کہہ دینا اپنا فرض منصبی جانتے ہوئے عوام کو اطلاع دینا یہ سب جو ایک انجمن کے ذریعہ ہوسکتا تھا آپ تن تنہا انجام دے رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ کا فیض بیرون ملک جا پہنچا۔ آپ جب اس سفر نامہ کو پڑھیں گے تو معلومات کے ساتھ ساتھ دین کی حقیقت، داعی کے صفات اور دعوت الی اللہ کو پہنچانے کا سلیقہ، نیز طرز تکلم، اور بلا خوف وخطر اسلام کی حقانیت کو پیش کرنا یہ تمام باتیں آپ کو اس کتاب میں ملیں گی۔ اللہ تعالی موصوف مصنف جو ہمارے اکابرین میں ہیں، ان کی خدمات کو قبول فرمائے اور کتاب کو مقبول خاص وعام بنائے۔ اور آپ جیسے مشائخ کو امت پر قائم دائم رکھے۔ آمین۔

مخلص

(حضرت مولانا) محمد امام حسین رحمانی

خطیب مسجد نعمان، پی اینڈ ٹی کالونی بنگلور

اظہار ربانیؒ

حضرت مولانا امداد اللہ ربانی ندوی صاحب مدظلہ

ناظم شعبۂ نشر واشاعت دارالعلوم محمدیہ بنگلور

الحمدللہ و الصلاۃ والسلام علی رسول اللہ وبعد!

اسلام میں سیر وسیاحت کی اہمیت بھی مسلم ہے قرآن کریم میں جابجا اس کی ترغیب ہے تاکہ کارخانہ قدرت میں پائے جانے والے خدا کی خلاقیت کے نمونے دیکھ کر انسانی عقل وخرد یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائے کہ دنیوی طاقتوں سے ماورا بھی ایک ایسی عظیم طاقت ہے جو بڑی حکمت اور نظم وضبط کے ساتھ ساری کائنات کو چلا رہی ہے اور کائنات کا ذرہ ذرہ اسی کے اشارے اور حکم پر گردش کر رہے ہیں۔ سیر وسیاحت سے افکار ونظریات کے نئے دریچے کھلتے ہیں نئی نئی چیزوں کے مشاہدے سے خدا کی عظمت وجلالت پر یقین میں اضافہ ہوتا ہے اور زندگی کے لئے ایسے کارآمد اور مفید تجربات ہوتے ہیں جو دنیوی نشیب وفراز سے آگہی عطا کرتے ہیں۔ خدا کا ارشاد ہے:

قل سیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبل (سورۃ الروم،۴۲)

ترجمہ! کہہ دو کہ زمین پر چلو پھرو اور دیکھو کہ جو لوگ (تم سے) پہلے ہوئے ہیں ان کا کیسا انجام ہوا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اغزوا تغنموا وصوموا تصحوا وسافروا تستغنوا (الحدیث)

ترجمہ! (کفار سے اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے) جنگ کرو، مال غنیمت حاصل ہوگا۔ روزہ رکھو صحت مند رہوگے اور سفر کرتے رہو مالداری حاصل ہوگی۔

اور حکماء کا قول ہے:

السفر هو الظفر۔ یعنی سفر کامیابی کا ذریعہ ہے۔

غرض یہ کہ سیر وسیاحت سے انسان قوموں کے عروج وزوال اور اس کے اسباب ونتائج کا مشاہدہ کرتا ہے جس سے قوت ایمانی کو تقویت ملتی ہے۔ سفر سے انسان کے زاویۂ نگاہ میں بھی وسعت پیدا ہوتی ہے اور زندگی کے نشیب وفراز سے واقفیت حاصل ہوتی ہے جو عبرت اور تجربات کے بعد ایک کامیاب زندگی کا ضامن ہوتا ہے۔

مرشدی حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر محمد ادریس حبان رحیمی دامت برکاتہم خلیفہ ومجاز حاذق الامت حضرت مولانا حکیم زکی الدین احمد صاحب پرنامبٹؒ جو سلسلہ تھانویہ سے وابستہ اس دور کی ایک ایسی عظیم شخصیت ہے جن کی ۳۰ رسالہ علمی وطبی خدمات کی مکمل ایک تاریخ ہے جسے کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ آپ علم وحکمت اور اخلاص وللّٰہیت کے پیکر، حسن سیرت اور حسن صورت کے جامع ہیں آپ کے علم ومعرفت کا فیض ہندوستان ہی نہیں بلکہ بیرون ممالک تک لوگوں کی ہدایت ورہبری کا سامان ہے۔ اللہ تعالی نے حضرت والا کو مؤمنانہ فراست، علمی کمال، روحانی عروج اور ایسی نگاہ دوررس عطا کی جو شاید حضرت والا کا ہی خاصہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ

آپ سے ملتے ہیں آپ کے حسن اخلاق، خلوص وللّٰہیت، عجز وانکساری اور محبت وشفقت کی بنا پر آپ ہی کے ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اس وقت علمی وطبی حلقے میں کئی اہم اداروں اور تنظیموں کی سرپرستی آپ کے سپرد ہے۔ آل انڈیا انجمن مدارس کرناٹک، دارالعلوم محمدیہ بنگلور، محمدیہ ایجوکیشنل چارٹیبل ٹرسٹ (رجسٹرڈ) بنگلور، ادارہ ماہنامہ نقوش عالم بنگلور، آل انڈیا تحفظ ختم نبوت فاؤنڈیشن کلکتہ اور نیشنل انگلش پبلک ہائی اسکول جانسٹھ مظفر نگر کے عنوان سے ایک طرف آپ کا علمی فیض جاری ہے تو دوسری طرف رحیمی شفاخانہ بنگلور اور یونیورسل طب یونانی فاؤنڈیشن کے عنوان سے طبی میدان میں بھی خلق خدا کی ایک بڑی تعداد آپ کے طبی کمالات وتجربات سے بہرہ مند ہو رہی ہے۔

آپ کا حلقہ ہندوستان اور ہندوستان سے باہر متحدہ عرب امارات، یمن ومصر، انگلینڈ امریکہ اور ساؤتھ افریقہ تک پھیلا ہوا ہے جہاں وقفے وقفے سے آپ کے تبلیغی واصلاحی اسفار ہوتے رہتے ہیں۔ زیر نظر کتاب ''سفرنامہ جنوبیٔ ہند تا جنوبیٔ افریقہ'' ایک ایسا قیمتی سفر نامہ ہے جس میں حضرت والا کے گہر بار قلم نے ساؤتھ افریقہ کے حالات، طرز معاشرت ومعیار معیشت، دینی ادارہ اور علماء کی خدمات، اور اس کی تاریخ وجغرافیہ کی مکمل منظر کشی فرمائی ہے جو مریدین ومتوسلین کے اصرار پر زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آئی ہے۔

کتاب اس حیثیت سے اہمیت کی حامل ہے کہ حضرت والا کی چشم بصیرت اور نگاہ دوررس نے بذات خود بیان کردہ حالات وواقعات اور تجربات ومشاہدات کو دیکھا اور پرکھا ہے اور نہایت ہی آسان وعمدہ طرز اسلوب میں صفحۂ قرطاس پر بکھیر دیا ہے تاکہ عوام بھی اس تجربات ومشاہدات کو پڑھ کر ساؤتھ افریقہ کے حالات اور وہاں کے

لوگوں کی کیفیات کو سمجھ سکیں اور ان کی معاشرت و معشیت اور طرز زندگی کو محسوس کرسکیں۔

یہ سفرنامہ قارئین کے لئے نہ صرف مفید و مؤثر ہوگی بلکہ زندگی میں پیش آنے والے نشیب و فراز سے بھی آگہی عطا کرنے میں ممد و معاون ثابت ہوگی۔

اللہ تعالی اس کتاب کو قبولیت عطا فرمائے اور حضرت والا دامت برکاتہم کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ آپ نے اپنی مصروف ترین زندگی سے وقت نکال کر ساؤتھ افریقہ کے اصلاحی و دعوتی سفر کے اپنے تجربات و مشاہدات کو قلمبند فرما کر عوام کو ایک قیمتی اور معلوماتی ذخیرہ عنایت فرمایا ہے۔خدا اسے افادۂ عام کے لئے قبول فرمائے اور ہمیں استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

طالب دعاء:

(حضرت مولانا) امداد اللہ ربانی ندوی

ناظم شعبۂ نشر و اشاعت دار العلوم محمدیہ بنگلور

تقریظ

حضرت مولانا مفتی محمد ارشد جمیل رشیدی صاحب مدظلہ

خلیفہ ومجاز حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر محمد ادریس حبان رحیمی دامت برکاتہم

صدر مدرس دار العلوم محمدیہ بنگلور

الحمدللہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ امابعد!

پیرومرشد حضرت مولانا ڈاکٹر محمد ادریس حبان رحیمی دامت برکاتہم اپنے علمی وطبی کمالات اور دینی وعوامی خدمات کی بنیاد پر کسی تعارف کے محتاج نہیں حضرت والا کا علمی وطبی فیض ملک وبیرون میں ایک عرصہ سے جاری ہے عرب ممالک ، ساؤتھ افریقہ ،انگلینڈ، کینڈا اور پورا برصغیر آپ کے زیر حلقہ اثر ہے جہاں گاہے بگاہے آپ کے اسفار ہوتے رہتے ہیں حال ہی میں حضرت والا نے ساؤتھ افریقہ کا سفر فرمایا ہے۔

زیر نظر کتاب ''سفرنامہ جنوب ہند تا جنوب افریقہ'' پیرومرشد حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر محمد ادریس حبان رحیمی دامت برکاتہم کی داستان سفر ہے جو دعوت واصلاح کی خاطر ساؤتھ افریقہ کی سمت ہوا تھا۔ یوں تو حضرت والا کے تبلیغی ودعوتی اسفار ہوتے ہی رہتے ہیں لیکن یہ سفر چند وجوہات کی بناء پر خاصی اہمیت رکھتا ہے جس کا اندازہ

قارئین کو اس سفر نامہ کے مطالعہ سے ہی ہوسکتا ہے۔اس کتاب میں حضرت والا نے اپنے تجربات ومشاہدات ، ساؤتھ افریقہ کے حالات وکیفیات اور علماء کی خدمات کا مکمل جائزہ لیا ہے اور ساؤتھ افریقہ کے جغرافیہ اور تاریخ کے حوالے سے بھی اہم معلومات آسان اور دلکش پیرایۂ اسلوب میں یکجا فرمائی ہیں جو بلاشبہ عوام کے لئے کار آمد اور مفید ثابت ہوں گی۔

حضرت والا نے اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود اس دعوتی سفر سے متعلق اپنے تأثرات اس کے علاوہ حضرت والا کے جو اصلاحی پروگرام وہاں ہوئے جیسے عوامی اجلاس اور ریڈیائی پروگرام وغیرہ کو بھی افادہ عام کے لئے اختصار کے ساتھ قلمبند فرما کر عوام کے سپرد فرمایا۔

اللہ تعالیٰ حضرت والا کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور امت مسلمہ پر آپ کا سایہ تادیر قائم فرمائے۔آمین

خاکپائے آستانہ حضرت حبیب الامت

(حضرت مولانا) مفتی محمد ارشد جمیل رشیدی

صدر مدرس دار العلوم محمدیہ بنگلور

تأثرات

فخر الاماثل، مجاہد ملت نمونۂ سلف حضرت مولانا **شبیر احمد سلوجی** صاحب دامت برکاتہم

(خلیفۂ مجاز فقیہ الامت حضرت مولانا **مفتی محمد محمود الحسن صاحب گنگوہیؒ**

مفتی اعظم دار العلوم دیوبند)

مہتمم دار العلوم زکریا

زکریا پارک لین ایشیاء جوہانسبرگ جنوبی افریقہ

حضرت مولانا حکیم وڈاکٹر محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاولی مدظلہ العالی بانی ومہتمم دار العلوم محمدیہ، چیف ایڈیٹر ماہنامہ نقوش عالم بنگلور، خلیفہ ومجاز بیعت حاذق الامت حضرت مولانا حکیم زکی الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ پرنامبٹی ،جنھوں نے جنوبی افریقہ میں قیام کے دوران اپنے مشاہدات وتأثرات مثلاً یہاں کی مساجد کی خوبصورتی ان میں مصلیان کی کثرتِ تعداد، مدارس دینیہ کے حسنِ انتظام اور تعلیمی کارکردگی ،علماء کرام صلحاء عظام اور اکابرینِ ملت اسلامیہ سے ملاقاتیں ان کا حسنِ سلوک معیشت ومعاشرت ،کالے گوروں کا رہن سہن، ان کی تہذیب وتمدن ،حسنِ اخلاق ومعاملات ،ملنساری وانکساری، اخوت ومحبت ، زندگی بتانے کے طور طریق ،تجارت وحرفت

تعمیرات وموسمیات ،سڑکوں اور پارکوں دیہاتوں اور شہروں نیز تفریح گاہوں اور ہوٹلوں کی سفر نامہ کے عنوان سے جو منظر کشی کی ہے وہ حضرت والا کا حسنِ نظر ہے، یو ں تو جو آدمی خود اچھا ہوتا ہے اس کو دوسرے بھی اچھے ہی دکھائی دیتے ہیں۔ایک مرتبہ سرکارؐ کے پاس ایک بدوی آیا اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ ﷺ مجھے پوری دنیا بے ایمان لگتی ہے، آپ نے فرمایا تو سچ کہتا ہے، پھر دوسرا اٹھا اس نے کہا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان مجھے آدھی دنیا ایماندار اور آدھی دنیا بے ایمان دکھائی دیتی ہے۔ آپ نے فرمایا تیرا کہنا بھی درست ہے۔پھر تیسرا آگے بڑھا اس نے کہا اے محبوب ربِ العالمین مجھے پوری دنیا ایماندار نظر آتی ہے، آپؐ نے فرمایا تو نے بھی بجا کہا، مجلس میں موجود صحابۂ کرام یہ سب کچھ تعجب خیز نگاہوں سے دیکھتے اور حیرت زدہ کانوں سے سن رہے تھے، سوال وجواب کا سلسلہ جب ختم ہوا تو ایک صحابیؓ نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ اے نبیٔ برحق! میرے ماں باپ اور جان ومال آپ پر صدقہ یہ بات ہماری سمجھ کے دائرہ سے باہر ہوگئی کہ سوال تو تین کئے گئے اور جواب آپنے ایک ہی ارشاد فرمایا۔

اب یہ جملہ سنئے اور دیکھئے کتنا پر حکمت ہے۔گویا کہ قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے ایک کلیہ آپ نے بیان فرمادیا، آپ نے فرمایا جو جیسا ہوتا ہے دوسرا بھی اسکو ویسا ہی نظر آتا ہے۔اس حدیث سے رہنمائی لیکر یہ بات کہنا کسی گستاخی میں شمار نہیں سمجھتا کہ حضرت مولانا حکیم محمد ادریس حبان مدظلہ ایک دردمند شفاف دل اور جمالیات سے لبریز نگاہیں اپنی ملکیت میں رکھتے ہیں خود چونکہ ایک باخنداں ،نرم خو، خوش گفتار وخوش مزاج ملنسار انسان ہیں اس لئے ان کو ہم لوگ یعنی باشندگانِ افریقہ بھی اچھے لگے اللہ تعالیٰ انکے حسن ظن کو حقیقت میں مبدل فرمادے اور ہمیں صحیح معنوں میں اکابرین واسلاف کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔اور ہمارے

اندر بھی یہ خوبی پیدا فرمادے کہ دوسروں کو اچھا اور اپنے سے بہتر سمجھیں اور اپنے اندر پیدا شدہ عیوب پر نظر رکھیں۔یہ سفر نامہ بڑی حد تک حقائق پر مبنی ہے۔الحمد اللہ ساؤتھ افریقہ کے مسلم خاندان جو زیادہ تر ہندوستان ہی سے تعلق رکھتے ہیں دینی ومذہبی اعتبار سے بھی قابل ذکر وفخر ہیں جیسا کہ حضرت مولانا حکیم محمد ادریس حبان صاحب نے قلمبند کیا ہے۔اللہ تعالیٰ اس سفر نامہ کو قبولیت عطا فرمائے۔

شبیر احمد عفی عنہ

تأثرات

نمونۂ سلف صالحین حضرت مولانا محمد ایوب صاحب کاچوی قاسمی مدظلہ العالی

جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء ٹرانسوال

جوہانسبرگ ساؤتھ افریقہ

یہ بات کسی سے بھی مخفی نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دنیا کے سامنے جو دین پیش کیا ہے وہ دوسرے تمام ادیان سے اعلیٰ و افضل بھی ہے اور فطرتِ انسانی کے عین مطابق بھی، انسان کو صحیح طریقہ پر زندگی گذارنے اللہ اور رسول ﷺ کا مطیع و فرمانبردار بن کر رہنے کے جتنے طریقے ہو سکتے تھے وہ سب مذہب اسلام نے کھلی کتاب کی طرح انسان کے آگے رکھ دیئے، انہیں طریقہائے زندگی کو دستور حیات یا ضابطۂ حیات کہا جاتا ہے۔

اس دستورِ حیات اور پاکیزہ نظامِ زندگی کو جب عرب جہلاء کے سامنے پیش کیا گیا چونکہ وہ توہمات غلط عقائد، بے جا رسومات کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے گھناؤنی زندگی گذارنے کے عادی تھے، قبول کرنے سے انکار کر دیا، انکار کے دائرے کی حد تک اگر بات رہتی تو کوئی بات نہ تھی آپ ﷺ کی مخالفت اور دشمنی پر کمر بستہ ہو گئے، بلکہ آپ کو ہر طرح کی تکلیف پہونچانے میں کوئی بھی کسر اٹھا نہ رکھی جب آپ ﷺ دعوت

دینِ الٰہی سے سرِ مو پیچھے نہ ہٹے اور کفار مکہ کی ہزار مخالفتوں کا ذرہ برابر بھی آپ ﷺ پر اثر نہ ہوا، تو سنجیدہ سوجھ بوجھ رکھنے والے نوجوانوں نے بیٹھ کر ٹھنڈے دل سے سوچا کہ یہ کوہِ استقلال جبر و جور کے باجود ذرہ بھر بھی جنبش نہیں کرتا تو کوئی غیبی طاقت اس کے پیچھے ضرور کارفرما ہے، یہ سوچ کر قریب آئے اور آپ ﷺ کو ہر زاویے سے پرکھا جب ہر طرح سے یقین ہو گیا کہ آپ ﷺ کی دعوت نبوت سچ اور حق ہے، تو آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کر کے حلقہ بگوش اسلام ہو گئے، اور دیکھتے ہی دیکھتے آپ ﷺ کے گرد ایک مضبوط گروہ تیار ہو گیا، اور گروہ بھی ایسا کہ ان میں ایک فرد بھی آپ ﷺ کی ذات مبارکہ کو سوئی کے ناکہ کے برابر تکلیف پہونچنے کو برداشت نہ کرتا، بڑی سے بڑی تکلیف کو خندہ پیشانی سے خود تو جھیلتا مگر اپنے محسن پر اس کی آنچ نہیں آنے دیتا۔ اس جا نثاری اور فدائیت کا جذبہ رکھنے والے گروہ کو اصحابِ رسول ﷺ کہا جاتا ہے، اصحاب رسول ﷺ نے اپنے محسن ﷺ کے ہر عمل کو اپنا جزوِ زندگی بنایا اور آپ کی چشمِ ابرو کے ایک اشارے پر اپنا سب کچھ لٹانے کو سرمایۂ دنیا و آخرت سمجھا، اسی مقدس اور محترم گروہ نے آپ کے پردہ فرما جانے کے بعد بھی آپ ﷺ کے مشن کو جاری و ساری رکھا، اور اسمیں ایک نکتہ کے برابر بھی کمی بیشی نہ خود کی اور نہ کسی کو کرنے دی۔

اس واقعہ سے آپ اندازہ کر لینگے کہ حضور ﷺ کے مرتب کردہ قانون اور دستور میں اصحابِ نبی ﷺ کوئی کمی بیشی نہیں ہونے دیتے تھے، حضرتِ صدیق اکبر کے دورِ خلافت میں زکوٰۃ کی وصولی کا معاملہ جب اٹھا تو کچھ لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ جب حضور ﷺ بھی نہ رہے تو زکوٰۃ کیوں؟ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا جو رسول اللہ ﷺ کی حیات میں اپنے مال کی زکوٰۃ دیتا تھا چاہے وہ ایک رسی کا ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو اگر نہ دے گا تو میں اس سے جنگ کرونگا، یہ تھی فدایت اور پیروی، غرض کہ اس جماعت (صحابہ کرام) نے آپ ﷺ کے مشن

کو نہ صرف جاری رکھا بلکہ اس کو پوری دنیا تک پہونچانے کے لئے سر وتن کی بازی لگادی، اصحاب رسولؐ جب اسلام اور بانیٔ اسلام کے تابندہ اصول اور تعلیمات کو لوگوں کے سامنے رکھتے تو سننے والے حیران وششدر رہ جاتے اور جنھوں نے ان اصولوں کو اپنا رہنما بنایا وہ مکمل انسان ہوگئے ۔ایسے روشن ستاروں سے تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں، جن پاک نفوس نے اللہ کے رسولؐ کی تعلیمات پر عمل کیا وہ ہر طرح کامیاب وکامران ہوئے دنیا کی بڑی بڑی طاقتوں نے ان کے سامنے گھٹنے ٹیکے یہ سب ایمانی قوت اور تعلیماتِ اسلام پر عمل پیرائی کا نتیجہ تھا، ورنہ اسلام قبول کرنے سے پہلے نہ ابوبکرؓ کی کوئی حیثیت تھی نہ عمر بن خطابؓ کی نہ عثمان بن عفانؓ اور علی بن ابی طالب کی، نہ ابوعبیدہ بن جراح، نہ خالد بن ولیدؓ کی زیدؓ و بلالؓ کی تو بات ہی کیا، ابوبکرؓ ایک تاجر سے بڑھ کر نہ تھے، عثمان ایک امیر سے زیادہ نہ تھے عمر بن خطاب کی حیثیت ایک نڈر اور بہادر نوجوان سے زیادہ نہ تھی علی بن ابی طالب ایک جری اور شجاع کی حیثیت سے بڑھکر نہ ہوتے، خالد بن ولید، ابوعبیدہ بن جراح عرب کے بہادروں میں گنے جانے والوں سے زیادہ کچھ نہ ہوتے، نہ ہی زیدؓ، بلالؓ غلامی کی دلدل سے باہر آتے ان سب حضرات کو جو سرفرازی وسربلندی حاصل ہوئی ہے وہ دائرہ اسلام میں داخل ہونے اور محبوب رب العالمین کے اسوۂ حسنہ کو اپنانے اور اس پر عمل کرنے ہی سے ملی ہے، تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار اصحابِ رسولؐ کا نامِ نامی ہر مسلمان عزت واحترام سے اسی لئے لیتا ہے کہ انہوں نے کو نبیؐ کا نمونہ بنالیا تھا، ہم یہاں ایک منصف مزاج انگریز مفکر جارج برناڈ شاہ کے اسلام کے بارے میں خیالات لکھدینا مناسب سمجھ رہے ہیں لکھتا ہے ''محمد ﷺ کے پیش کردہ دین کو ادیانِ عالم میں بہت ہی بلند مرتبہ حاصل ہے، دیگر ادیان کے برعکس اس دین میں دائماً زندہ رہنے کی حیرت انگیز قوت موجود ہے

اس کی وجہ جہاں تک میں سمجھتا ہوں یہ ہے کہ اسلام ہی وہ مذہب ہے جو اپنے اندر مختلف طریقہائے حیات کو سمونے کی اہلیت اور بنی نوعِ انسان کے ہر طبقہ کو جذب کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، یہی وجہ ہے کہ یورپ میں بھی اسے روز بہ روز مقبولیت حاصل ہورہی ہے، جہالت وتعصب کے باعث ازمنۂ وسطیٰ میں اسلام کو انتہائی بھیانک صورت میں عوام کے سامنے پیش کیا گیا ہے اور انہیں یہ یقین دلانے کی کوشش کی گئی ہے کہ اسلام یسوع مسیح کا سب سے بڑا دشمن ہے۔لیکن میں محمد ﷺ کو انسانیت کا نجات دہندہ سمجھتا ہوں اور میرا اعتقاد ہے کہ اگر آج بھی دنیا کو محمد صلعم کی خوبی رکھنے والے کسی شخص کی خدمات میسر آجائیں تو بنی نوعِ انسان کی تمام مشکلات یکسر کافور ہوسکتی ہیں اور زمین میں امن وامان اور خوش بختی کا دور دورہ ہوسکتا ہے آج زمانہ کو انہی چیزوں کی سب سے زیادہ ضرورت ہے''

برناڈ شاہ کے علاوہ پوری دنیا کے اور بھی بڑے بڑے مفکرین نے اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کے متعلق انہی خیالات کا اظہار کیا ہے، موجودہ صدی میں تو اسلام کے متعلق اہل یورپ کے نظریئے میں بہت زیادہ تبدیلی آئی ہے، افریقہ، برطانیہ، امریکہ، فرانس اور دیگر ممالک میں بھی اسلام سے نفرت کے بجائے محبت پیدا ہورہی ہے، اور لوگ اسلام کے دامن میں پناہ لے رہے ہیں تعجب نہیں اگلی صدی تک اسلام پورے طور پر اہل یورپ کے دلوں میں گھر کر جائے، کارلائل ایک انگریز مفکر ہے ایک جگہ لکھتا ہے ''میری اپنی قوم اور یورپ کے دیگر ممالک کے متعدد اشخاص اسلام قبول کر چکے ہیں اور اب یہ بات بلا شک وشبہ کہی جاسکتی ہے کہ یورپ میں کلیۃً اسلام قبول کرنے کا سلسلہ شروع ہوچکا ہے'' کسی زمانہ میں لکھے گئے مفکرین کے یہ خیالات آج حقیقت میں تبدیل ہورہے ہیں، تلوار کی نوک پر اسلام کو پھیلانے کی بات کچھ ہی متعصب مورخین

نے کہی ہے۔

دنیا تجھے کہتی ہے ظالم ہے جلالی ہے
تصویر مگر تیری حد درجہ جمالی ہے

یہ وہی مورخین ہیں جو یا تو اسلام اور اسلام کے ماننے والوں سے ازلی بیر رکھتے ہیں یا وہ جنھوں نے اسلامی تعلیمات کا بغور مطالعہ پیش نہیں کیا، بات دور چلی گئی ہم کہہ رہے تھے کہ رسولؐ خدا انسانیت کی مکمل تصویر تھے اور آپؐ کی بتائی ہوئی تعلیمات پر عمل کر کے اصحابِ کرام آپ کے سچے جانشین کہلائے آج امتِ مسلمہ کے اندر سے وہ چیزیں مفقود ہیں جن پر عمل کر کے سچا مسلمان کہلائے جانے کا استحقاق حاصل ہوتا ہے، اگر امتِ مسلمہ، کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد الرسول اللّٰہ ﷺ کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے اپنی صلاحیتوں کو استعمال کرنے میں لگ جائے اور مادیات کی طرف سے زیادہ نہ سہی تھوڑا سا رخ پھیر لے اور اسباب کے بجائے ربِ اسباب پر بھروسہ کرنے لگے تو دنیا میں پھر سے پہلی سی ہوائیں چلنے لگیں، آج امتِ مسلمہ اپنے اصلی سبق کو بھول چکی ہے جس کی وجہ سے طرح طرح کے مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

اصحابِ رسولؐ کے سامنے اصل مسئلہ دین کے تقاضوں کو پورا کرنے کا ہوتا تھا، وہ ہمیشہ خدا اور رسولِ خدا کے فرمان پر عمل پیرائی کو اپنی زندگی کا نصب العین سمجھے تھے اسلئے پوری دنیا میں عزت و عظمت کا مینار بن کے چمکے، جب سے امتِ مسلمہ نے دنیا کو مقدم اور دین کو موخر کر دیا اللہ کے فیصلے بھی بدل گئے اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور ﷺ کے لائے ہوئے دین پر محنت کرنے، قرنِ اولیٰ کے مسلمانوں کی طرح قرآنی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے، حضور ﷺ کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنے اور صحابہ کرامؓ کا نمونہ بننے کی توفیق مرحمت فرمائے تا کہ دنیا والے ہمیں دیکھ کر امن و امان عافیت و سلامتی والے دین میں

داخلہ لے کر گمراہی کے غار سے باہر آئیں اور اپنے نیک اعمال کے بدلے میں اللہ سے آخرت کا سودا کر لیں،

یہ چند سطور ہیں جو اپنے مہمانِ معظم ساؤتھ افریقہ کے سفر پر تشریف لائے سلسلۂ تھانوی کے شجر کی شاخِ نو شگفتہ حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاولی عمت فیوضہم خلیفہ ومجازِ حاذق الامت حضرت مولانا زکی الدین احمدؒ پرنامبٹی چیف ایڈیٹر ماہنامہ نقوش عالم بنگلور کرناٹک الھند، بانی و مہتمم دارالعلوم محمدیہ بنگلور کے اصرار و حکم پر قارئین کے لئے تحریر کر دیں آپ نے جو سفرنامہ ترتیب دیا ہے اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے۔ امتِ مسلمہ کے لئے نافع بنا کر ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین

والسلام

(حضرت مولانا) محمد ایوب کاچوی قاسمی

جنرل سکریٹری

جمعیۃ علماء ٹرانسوال ساؤتھ افریقہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آغاز سفر

اگرچہ اس سفر کی تیاری تو کئی ماہ سے تھی۔ مگر ''ری پبلکن ساؤتھ افریقہ'' ایجنسی سے ویزا تاخیر سے ملنے کیوجہ سے دیر ہوتی رہی جس کیلئے عزیزم قاری عبدالرحمٰن صاحب قاسمی سہارنپوری کو عروس البلاد بمبئی میں کئی ہفتے کا وقت لگانا پڑا۔

بنگلور سے اوائل شعبان میں ''جانسٹھ'' آ گیا تھا۔ اور قاری عبدالرحمٰن سے فون پر مسلسل رابطہ رہا طویل عرصہ کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ میں دارالعلوم محمدیہ بنگلور اور رحیمی شفاخانہ سے مسلسل کئی ماہ غیر حاضر رہا۔ یہ حسن اتفاق کہ تقریباً 25/سال بعد جانسٹھ یوپی میں رمضان المبارک میں رہنا نصیب ہوا۔ یوپی کا سرد موسم اور وہاں کے سردی کے کھانے اور ڈشیں بہت اچھی لگتی ہیں، میری عدم موجودگی میں بنگلور کی بیشتر ذمہ داریاں میرے فرزند عزیزم ڈاکٹر فاروق اعظم قاسمی نے سنبھال رکھی تھیں

عیدالفطر کے بعد یعنی 3/دسمبر 2003ء کو قاری عبدالرحمٰن صاحب کا فون آیا کہ آپ جلدی ممبئی آجائیں۔ زادِ راہ بحمداللہ پہلے ہی سے تیار تھا دوسرے ہی دن روانہ ہوگیا، دہلی اور وہاں سے پھر ممبئی پہونچا۔ ریلوے اسٹیشن پر قاری صاحب منتظر تھے اسٹیشن سے باہر نکلے اور سیدھے ہوٹل گئے قیام کیا۔

ممبئی سے روانگی

ہماری فلائٹ (کینیا ایئر لائنز۔ فلائٹ نمبر KQ0201) ممبئی سے کینیا اور وہاں سے دوسری فلائٹ (کینیا ایئر لائنز نمبر K.Q.0460) سے جوہانسبرگ جانا تھا۔ بحمداللہ تعالیٰ ہم لوگ ۱۰/دسمبر 2003ء کو رات 4 بجے (مقررہ فلائٹ سے) روانہ ہوئے اور صبح دس بجے کینیا کے دارالخلافہ نیروبی میں داخل ہوگئے، جہاز کے کپتان نے اعلان کیا کہ تمام مسافر کو مبارک ہو اب ہماری فلائٹ نیروبی ایئر پورٹ پر لینڈ ہونے والی ہے، بخیر و عافیت ایئر پورٹ میں داخل ہوئے۔ یہ ملک کالوں کا ہے، یہاں ڈیوٹی پر تعینات سبھی لوگ کالی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ چھوٹا سا ایئر پورٹ ہے مگر نہایت صاف ستھرا ہے۔ زیادہ تر مسافر لوگ بھی کالے ہی نظر آتے ہیں۔ کینیا ایئر پورٹ پر ہماری دوبارہ انٹری ہوئی اور دوسری فلائٹ (نمبر K.Q.0460) کیلئے بوڈنگ کارڈ لیا گیا، ہینڈ بیگ چیک ہوئے اور مختصر سے وقت کے بعد دوبارہ جہاز پر سوار ہوگئے اور بحمداللہ بخیر و عافیت 3 بجے دوپہر ساؤتھ افریقہ کے معروف شہر جوہانسبرگ پہونچ گئے، یہاں پاسپورٹ پر لگے ویزے چک ہوئے اور پاسپورٹ پر دخول کی مہر لگا دی گئی اپنا لگیج بیگ لے کر باہر نکلے اور یہاں کے مشہور ہوٹل ''ایئر پورٹ گرانڈ ہوٹل'' فون کیا چونکہ ہمارے ٹراول ایجنٹ نے پہلے ہی سے تین دن کیلئے ہوٹل بک کرادیا تھا، اس لئے تھوڑے سے انتظار کے بعد ہوٹل سے کار آگئی اور آدھا گھنٹہ میں ہم لوگ ایئر پورٹ سے گرانڈ ہوٹل پہونچ گئے، یہاں کے راستے، سڑکیں اور عمارتیں نہایت دیدہ زیب ہیں، اکثر ملازمین کالے ہیں جنمیں عورتوں کی تعداد زیادہ ہے، قابل ذکر بات یہ ہے! یہاں ہر شخص خندہ پیشانی سے ملتا ہے، مزاج خیر و عافیت دریافت کرتا ہے، نہایت احترام اور سلیقہ سے پیش آتا ہے، خدائے تعالیٰ نے ان کی صورتیں تو کالی بنائی ہیں لیکن

اخلاق...... بلکہ حسن اخلاق کا بہترین نمونہ ہیں۔ بہر حال آدھے گھنٹہ کا طویل سفر طئے کر کے ہوٹل آ گئے، یہاں ہوٹل کے عملہ نے خوش آمدید کہا اور ہماری آمد رجسٹر میں درج کر لی گئی، اور دوسری منزل پر کمرہ نمبر 343 الاٹ کر دیا گیا کمرہ میں پہونچ کر سب سے پہلے ہم نے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا، اور نماز ظہر ادا کی، اور آرام کیا۔ یہاں کی تمام چیزیں ہی تقریباً قابل ذکر ہیں۔ ایئر پورٹ پر یہاں کے لوگوں کو کسی کے ساتھ بد اخلاقی یا بدتمیزی کے ساتھ پیش آتے نہیں دیکھا گیا۔ کسٹم حکام کو ہر مسافر کے ساتھ خندہ پیشانی اور نرمی سے مخاطب ہوتے دیکھا گیا، اور کام کے بعد تھینک یو (شکریہ) کہتے ہوئے سنا گیا۔

ہوٹل میں قیام

ایک اہم اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ یہاں کسی بھی طرح کا ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی بھید بھاؤ نہیں دیکھا، اور یہاں کے ''کالے کسٹم آفیسرس'' تعصب کی لعنت سے بالکل خالی نظر آئے۔ غرض دوسرے دن صبح تک اس ہوٹل میں قیام کیا۔ اور نمازیں بھی یہیں ادا کیں، کیونکہ یہاں آس پاس کوئی مسجد نظر نہیں آتی تھی، اور یہاں یہ بھی دیکھنے میں آیا کہ لوگ بہت کم پیدل چلتے ہیں ہر آدمی کے پاس اپنی سواری ہے، جہاں بھی جانا ہوتا ہے خواہ دور ہو یا نزدیک اپنی کار سے ہی سفر کرتے ہیں۔

ہندوستان بھی قدیم ملک ہے

اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات بڑی ہی عجیب بنائی ہے۔ بچپن میں مدرسہ اور اسکول کے زمانے میں ''براعظم افریقہ'' کا نام سنا اور پڑھا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ کا کرم اور احسان ہوا کہ اس نے ہمیں اپنی تخلیق فرمودہ یہ زمین بھی دکھا دی، ہم لوگ ہندوستان میں

پیدا ہوئے، ہندوستان برصغیر ایشیا کا عظیم ملک ہے۔ اور دنیا کی سب سے قدیم تاریخ سے یہ واسطہ ہے۔ کیونکہ دنیا کا سب سے پہلا انسان اور سب سے پہلا نبی ''ابوالبشر سیدنا آدم صفی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام'' نے سنگلدیپ کے مشہور پہاڑ (کوہِ آدم) پر اپنے قدم رکھے۔ سنگلدیپ جس کو اب سراندیپ کہا جاتا ہے، یہ علاقہ ہندوستان میں شامل تھا۔ لیکن اب جغرافیہ کی نئی تقسیم نے اس کو سری لنکا میں شامل کر دیا ہے، ہندوستان کی اپنی الگ تاریخ ہے، ہندوستان سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کی آمد اور پھر آپ کے بیٹے، حضرت شیث علیہ السلام کی پیدائش کیوجہ سے مقدس مانا جاتا ہے، اسلئے کہ دنیا کے سارے انسانوں کے باپ (حضرت آدم علیہ السلام) نے یہیں سے دنیا کو آباد اور گل گزار کرنے کا آغاز کیا۔

روایت میں آتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے ''پیادہ ہندوستان سے دوسو حج اور چالیس عمرے'' کئے۔ اس اعتبار سے ہندوستان کی سرزمین کو یہ فخر بھی حاصل ہے کہ فرشتوں میں سب سے زیادہ مقرب فرشتہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے قدوم بھی ابوالبشر سے ملاقات کرنے کیلئے سب سے پہلے ہندوستان کی سرزمین پر پڑے۔ اس لئے ہندوستان زمانہ قدیم سے انسانیت کا گہوارہ رہا ہے، اور کیونکہ آسمان سے ام البشر سیدہ حضرت ''حوا علیہا السلام'' کو جدہ اتارا گیا تھا۔ اس لئے دونوں ہستیوں کی خبر گیری اور پیغام رسانی کیلئے اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو متعین فرمایا تھا۔ گویا سرزمین عرب کا سرزمین ہندوستان سے ازلی رشتہ ہے کہ بناء آدم مشرق وسطیٰ اور برصغیر سے ظاہر ہوئی۔ حضرت اماں حواء علیہا السلام کی قبر مبارک اگر جدہ میں ہے تو آپ کے فرزند حضرت شیث علیہ السلام کی قبر مبارک ''اجودھیا، اتر پردیش'' میں ہے۔ اسی طرح کا رشتہ براعظم افریقہ کے ساتھ بھی ہے۔ کہ جس طرح ابوالبشر اور ام البشر نے اپنے

قدوم میمنت سے سرزمین ہندوستان اور سرزمین عرب کو فوقیت بخشی، اسی طرح جب فخر البشر، محسن انسانیت جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کائنات کو پیغام دیا کہ اب انسانیت کی تکمیل ہو چکی ہے اور دین اسلام کو قیامت تک پیدا ہونیوالے انسانوں کیلئے اللہ تعالیٰ نے پسند فرمالیا ہے۔ تو دنیا کے اس غیر آباد اور وحشی انسانوں سے لبریز ''خطہ افریقہ'' پر اللہ تعالیٰ نے اپنا کرم فرمایا۔ اور حضور ﷺ کا پیغام (رحمۃ العالمین) کہ سارے عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں کو پہونچانے کیلئے آپ کے مشہور تابعی ''حضرت عقبہ بن نافع ؓ اٹھارہ صحابہ کرام (اور مجاہدین کے لشکر) کے ساتھ سرزمین شمالی افریقہ پہونچے۔ اللہ رب العزت کے ان شیروں نے گھوڑوں، اونٹوں پر یہ سفر طئے کیا۔ وہ مصر، تیونس اور لیبیا کے راستہ یہاں آئے تھے۔ ۵ ہزار کلومیٹر سے زیادہ کا یہ سفر کاروں اور بسوں کے ذریعہ نہیں کیا گیا تھا۔ بلکہ لق ودق صحراؤں، موذی درندوں سے بھرے ہوئے جنگلوں سے گذرتے ہوئے کیا تھا۔ اس وقت سڑکوں کی کوئی سہولت نہ تھی، راستوں میں ہوٹل نہیں تھے۔ قدم قدم پر خطرات کا سامنا تھا ان گنت رکاوٹیں اور مشقتیں سامنے تھیں۔ نہ جانے کتنے واقعات اور داستانیں اس براعظم افریقہ کی فضاؤں سے وابستہ ہیں جو بدلتے ہوئے زمانہ کے ساتھ قصہ پارینہ بن چکی ہیں۔

حضرت عقبہؒ بن نافعؓ نے افریقہ کو فتح کیا تھا

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم نے اپنے سفرنامہ ''جہاں دیدہ'' میں تحریر فرمایا ہے: اس علاقہ کی فتح کا اصل سہرا حضرت عقبہ بن نافعؓ کے سر ہے جو صحابی تو نہ تھے لیکن آنحضرت ﷺ کی ولادت مبارک سے ایک سال قبل پیدا ہوئے تھے۔ مصر

کی فتوحات میں یہ حضرت ''عمرو بن العاصؓ'' کے ساتھ رہے بعد میں حضرت معاویہؓ نے اپنے عہد حکومت میں انھیں شمالی افریقہ کے باقی ماندہ حصے کی مہم سونپ دی تھی۔ یہ اپنے دس ہزار ساتھیوں کیساتھ مصر سے نکل کر داد شجاعت دیتے ہوئے ''تیونس'' پہونچے اور یہاں ''قیروان کا مشہور شہر'' بسایا جس جگہ آج قیروان آباد ہے وہاں بہت گھنا جنگل تھا، جو درندوں سے بھرا تھا۔ حضرت عقبہ بن نافعؓ نے بربریوں کے شہر میں رہنے کے بجائے مسلمانوں کیلئے الگ شہر بسانے کیلئے یہ جگہ منتخب کی۔ تاکہ مسلمان یہاں مکمل اعتماد کے ساتھ اپنی قوت بڑھاسکیں، ان کے ساتھیوں نے کہا کہ یہ جنگل تو درندوں اور حشرات الارض سے بھرا ہوا ہے یہاں کیسے رہ سکتے ہیں، لیکن حضرت عقبہ بن نافعؓ کے نزدیک شہر بسانے کیلئے اس سے بہتر کوئی اور جگہ نہیں تھی اس لئے انھوں نے اپنا فیصلہ تبدیل نہیں کیا اور لشکر میں جتنے صحابہؓ تھے ان کو جمع کیا، ان کے ساتھ ملکر حضرت عقبہؒ بن نافع نے دعاء کی اور اس کے بعد یہ آواز لگائی!

ایتّھا السباع والحشرات، نحن اصحاب رسول ﷺ، ارحلوا عنا، فاِنا نازلون فمن وجد ناہ بعد قتلناہ (تاریخ طبری ص ۸۷ ا ج ۱۴ اشوال ۵۰ھ ء)

اے درندوں اور کیڑو! ہم رسول ﷺ کے اصحاب ہیں ہم یہاں بسنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا تم سب یہاں سے کوچ کر جاؤ۔ اس کے بعد تم میں سے جو کوئی یہاں نظر آئیگا ہم اسے قتل کردیں گے۔ اس اعلان کا نتیجہ یہ ہوا جس کو۔ امام ابن جریر طبری لکھتے ہیں کہ۔ ان جانوروں میں کوئی نہیں بچا جو بھاگ نہ گیا ہو یہاں تک کہ درندے اپنے بچوں کو اٹھائے لئے جارہے تھے۔ مشہور مؤرخ جغرافیہ داں علامہ زکریا محمد بن قزوینیؒ (متوفی ۶۸۲ھ ء) لکھتے ہیں۔ اس روز لوگوں نے ایسا عجیب نظارہ دیکھا جو پہلے کبھی نہ

دیکھا تھا کہ ہر درندہ اپنے بچوں کو اٹھائے لئے جا رہا تھا، بھیڑیا اپنے بچوں کو، سانپ اپنے بچوں کو، یہ سب ٹولیوں کی شکل میں نکلے جا رہے تھے۔ یہ منظر دیکھ کر بہت سے بربری لوگ مسلمان ہو گئے۔ (جہاں دیدہ صفحہ ۱۰۸)

بلکہ بعض روایتوں میں تو یہ بھی لکھا ہےکہ چیونٹیاں اپنے بچوں کے ساتھ اس میدان سے اس حال میں نکل رہی تھیں کہ اپنے منہ میں اپنے انڈے دبائے ہوئے تھیں۔ تاریخ میں دوسری ایسی کوئی مثال نہیں ملتی۔ یہ شان تھی غلامانِ رسولِ مقبول ﷺ کی۔ اس لئے کہ انھوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے پیش کیا تھا۔ اور یہی وہ جماعت تھی جس کے بارے میں قرآن نے بیان کیا بیشک اللہ تعالیٰ نے خرید لیا ہے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلے میں......الخ۔

غرض براعظم افریقہ (جو آجکل کئی حصوں میں تقسیم ہو گیا ہے۔ شمال اور جنوبی افریقہ اسکے مشہور حصے ہیں۔ اسفی جو افریقہ کا انتہائی مغربی ساحل ہے بحرظلمات (اٹلانٹک) نظر آنے لگا ۔ اس عظیم سمندر پر پہونچ کر حضرت عقبہؓ نے وہ تاریخی جملہ کہا۔ پروردگار اگر یہ سمندر حائل نہ ہوتا تو میں آپ کے راستہ میں جہاد کرتا ہوا اپنا سفر جاری رکھتا۔ (کامل ابن اثیر ص۴۲ ج۴)

تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ خطہ درندوں اور حشرات الارض کا شہر تھا۔ اور ہر قسم کے درندے، چوپائے پرندے وغیرہ اس علاقہ میں پائے جاتے تھے۔ نیز چیدہ چیدہ خطوں پر انسانوں کی بھی آبادی تھی۔ وہ بھی ایسے انسان جن کو انسان کہنا ننگ و عار تھا۔ ان میں حیوانوں کی صفات زیادہ تھیں۔ وہ لوگ کچا گوشت کھا جاتے تھے اور بے لباس زندگی گذارتے تھے۔ ان لوگوں میں اکثر لوگ آدم خور تھے کہ جب موقع لگا ایک گروہ نے دوسرے گروہ کے آدمی کو کاٹ کر کھا لیا۔ غرض اصحاب رسول ﷺ کی یہاں آمد ہوئی اور یہاں کے لوگوں کو انسانیت کا درس دیا۔ اور اپنی تشریف آوری سے براعظم افریقہ کو دنیا

کے دوسرے براعظموں سے ملا دیا۔ گویا یہ زمین کا حصہ دنیا کے دوسرے حصوں سے با لکل کٹا ہوا تھا۔ یہاں سے صحابی رسول ﷺ نے دنیا کو پیغام دیا کہ اس زمین کو بیکار نہ سمجھو اور اپنے حیوانی صفات رکھنے والے بھائیوں کو حقیر نہ سمجھتے ہوئے درسِ انسانیت سے آراستہ کرو بقول شاعر

اچھے اچھوں کو تو دنیا میں سبھی چاہتے ہیں
اور بروں کے ہیں خریدار مدینہ والے

چنانچہ ہزاروں سال تک کتّے بلیوں کی طرح زندگی گذارنے والے افریقی انسانوں کو اصحاب رسول ﷺ نے اخوت اور بھائی چارگی کا درس دیا۔ نیز یہاں دنیا کے دوسرے خطوں سے بھی انسانوں کی آمد شروع ہوئی اور دنیا سے بےخبر دنیا (افریقہ) کو دنیا سے ملا دیا۔ گویا کالوں کی نسل کیلئے ہدایت کا سامان ملا اور گمراہی وضلالت کے خول سے باہر نکل آنیکی جدوجہد ان لوگوں میں شروع ہوئی۔

اگلے صفحات میں مجاہد اعظم حضرت عقبہ بن نافعؓ کے متعلق کچھ حالات آپ کی معلومات کیلئے پیش کریں گے۔

مبلّغِ اسلام نمونۂ اسلاف

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب سلوجی دامت برکاتہم سے

ایک ملاقات

یہ قانون خداوندی ہے کہ دنیا کبھی نیک لوگوں سے خالی نہیں رہی ہر دور میں کوئی نہ کوئی عظیم شخصیت رونماء ہوتی ہے اور اپنے گردوپیش ناسازگار ماحول میں اسلام دشمن عناصر سے نبرد آزمائی کر کے نافعیت کے ساتھ اسلام کی تبلیغ وترویج میں نمایا کارنامہ انجام دیتی ہے اور دین وشریعت کے تحفظ اور اس کی بقاء کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر کے آنے والی نسلوں کے ایمان وعقیدہ کی حفاظت کا سامان مہیا کرتی ہے اور ہر وہ راہیں ہموار کرتی ہے جو ایمان سوز اور اخلاق سوز ماحول میں بھی انسان کی صحیح اور حقیقی رہنمائی کر سکے انہیں نابغۂ روزگار شخصیات میں ایک نام حضرت مولانا شبیر احمد سلوجی دامت برکاتہم کا بھی ہے۔ (اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت دے اور اپنے دین کی مزید خدمت کو توفیق عطاء فرمائے)۔

حضرت مولانا شبیر احمد سلوجی صاحب عالم اسلام کی وہ عظیم شخصیت ہے جس نے الحاد ولادینی خدا بیزاری اور انسانیت سوز ماحول میں بھی ہر محاذ پر اسلام کی سربلندی اور سرخروئی کا پرچم لہرایا اور اسلامی فضاء ہموار کی۔ جو امت کے دین وعقیدہ کی بقاء اور اس کے تحفظ کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتے ہیں جس کا بین ثبوت دارالعلوم زکریا لین ایشیاء

جوہانسبرگ ساؤتھ افریقہ ہے جہاں آپ کی سیادت وقیادت میں نہ صرف افریقی باشندے بلکہ دیگر ۵۸/ممالک کے ہزاروں تشنگان علم اپنی علمی پیاس بجھارہے ہیں ایک وقت تھا جب کہ ہندوستان میں دارالعلوم دیوبند مظاہر العلوم سہارنپور اور ندوۃ العلماء لکھنو جیسے اداروں میں بیرون ممالک کے مسلم طلباء کثیر تعداد میں تعلیم حاصل کرتے تھے لیکن افسوس کہ ہندوستانی حکومت کی بعض غلط پالیسیوں کے سبب بیرونی طلباء کے داخلہ ان اداروں میں تقریباً بند ہوگئے لیکن یہ بھی اللہ کا خصوصی کرم ہے کہ اب یہی سعادت ساؤتھ افریقہ کے مدارس اسلامیہ کو حاصل ہے جن میں دارالعلوم زکریا خاص طور پر قابل ذکر ہے حضرت مولانا سلوجی صاحب اسی ادارہ کے روح رواں ہیں اور صاحب اہتمام ہیں۔

دنیا کے کسی بھی خطے میں مسلمانوں پر آفت آتی ہے اور امت مسلمہ کو کسی ناگفتہ بہ حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو آپ بے چین وبیقرار ہوجاتے ہیں اور ہر ممکن راحت کاری کے اسباب جٹانے میں مصروف ہوجاتے ہیں عراق میں ناحق جنگ مسلط کر کے امریکہ نے مسلمانوں کے سرمایوں کو جس طرح بے دردی سے برباد کیا اور نہ جانے کتنے معصوموں کی جانیں لے کر ہزاروں بچوں کو یتیم اور عورتوں کو بیوہ کیا اس سے کون واقف نہیں؟ اور ابھی کچھ دنوں قبل ہندوستان اور دیگر ایشیائی ممالک میں سونامی نے جو قیامت خیز قہر برپا کیا تھا اور اس سے جو ہلاکتیں اور بربادیاں ہوئی ہیں اسے کون بھلا سکتا ہے؟ لیکن ایسے نازک موقع پر حضرت مولانا سلوجی صاحب نے اپنے رفقاء کار کے ہمراہ بلاتفریق مذہب وملت لوگوں کی بازآبادکاری کے لئے مثبت ومخلصانہ اقدامات کئے اور وہاں کے اجڑے ہوئے شکستہ دل عوام کی بازآبادکای میں قابل قدر کارنامہ انجام دیا اللہ تعالیٰ نے حضرت کو امت کی فکر میں کڑھنے اور تڑپنے والا دل عطاء کیا ہے ملت اسلامیہ پر

کسی بھی قسم کے آنے والے ناگفتہ بہ حالات کو دیکھ کر تڑپ اٹھنا اور اس سے نجات کی ہر ممکن کوشش کرنا حضرت والا کے نمایاں اوصاف میں سے ہے سارے جہاں کا درد اپنے جگر میں لئے قوم کی رہبری ورہنمائی کا فریضہ انجام دے رہے ہیں ۔

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

ملت اسلامیہ کے تئیں دردمندی وہمدردی کی بنیاد پر ہی آپ نے ہندوستان سے لیکر افریقہ تک جگہ جگہ علمی اور فلاحی ادارے مدارس ومکاتب کی شکل میں قائم کئے ہیں اور جا بجا دیگر طبی ورفاہی اداروں کے قیام میں بھی آپ کی سرگرمیاں جاری ہیں جس سے قوم وملت کی تعلیمی واقتصادی اور معاشی ومعاشرتی بحرانوں کا سدباب کیا جارہا ہے بالخصوص آپ کی محنت کا محور وہ سیاہ فام افریقی باشندوں کا علاقہ ہے جہاں آج سے پہلے رنگ ونسل کی فرقہ بندی کے سبب لوگ سالوں تک ظلم وتشدد کے شکار رہے آپ نے اس سرزمین پر اسلام کی دعوت عام کی اور اسلامی مساوات ومؤاخات کا پیغام دیا اور لوگوں کو اسلام کے ابدی وآفاقی تعلیمات کی روشنی میں جینے کا سلیقہ سکھلا دیا۔

اگرچہ آپ کی جائے پیدائش ساؤتھ افریقہ ہے لیکن آپ کا نسبی تعلق گجرات کے شہر ڈھابیل سے ہے آپ کی تعلیم وتربیت اکابر کے زیر سایہ ہوئی اور انہیں کے فیض صحبت سے جلاء پاکر علم وعرفان کے درخشاں ستارہ بنے اور اپنی ضیاء بار کرنوں سے دنیائے آپ گیتی کو مزید منور کیا دوران تعلیم آپ کو حضرت مولانا یوسف صاحب بنوریؒ کی خاص سرپرستی حاصل رہی ہے جن سے کسب فیض کرکے روشن مستقبل کے لئے علمی اثاثہ اکٹھا کیا اور اس کے بعد روحانی اصلاح وتربیت کی خاطر دیوبند ہندوستان کا رخ کیا فقیہ الامت مفتی اعظم حضرت مولانا محمود الحسن گنگوہیؒ سے آپ خلافت واجازت حاصل ہے۔

جمعیۃ العلماء ٹرانسوال ساؤتھ افریقہ کے آپ نائب صدر ہیں جس کی ایک مکمل تاریخ ہے اس جمعیت نے عالم اسلام بالخصوص ساؤتھ افریقہ میں دینی، سماجی، سیاسی اور رفاہی جیسے حساس موضوعات پر نمایاں خدمات انجام دی ہیں اور اس کے علاوہ کئی اہم ادارے آپ کی سرپرستی میں اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

ساؤتھ افریقہ کے اس تاریخی سفر میں جن اہم شخصیات سے ملاقات ہوئی ان میں ایک نمایاں نام حضرت مولانا سلوجی صاحب کا ہے آپ کی خدمت میں دوبار حاضری کا شرف حاصل ہوا آپ کے ساتھ صبح میں ہم طعامی کا شرف بھی ملا اور مختلف موضوعات پر تبادلہ خیال بھی ہوا آپ بے حد مصروف رہتے ہیں اس کے باوجود آپ نے خاصا قیمتی وقت عنایت کیا اور دارالعلوم زکریا جوہانسبرگ کی زیارت کی سعادت حاصل ہوئی ساؤتھ افریقہ کے اس علمی مرکز کے بارے میں جو کچھ سنا کرتے تھے وہ اپنی آنکھوں سے دیکھنے کا موقع ملا طلباء کی تعلیمی وثقافتی سرگرمیاں دیکھ کر بے انتہاء مسرت ہوئی اور اساتذہ وذمہ داران بالخصوص حضرت مولانا سلوجی صاحب کی توجہات سے مدرسہ کا تعلیمی معیار جس بلندی پر ہے اس کا بھی احساس ہوا۔ راقم الحروف محمد ادریس حبان رحیمی دل کی گہرائیوں سے دعاء گو ہے کہ اللہ تعالی حضرت سلوجی صاحب کا سایہ امت پر تا دیر قائم رکھے اور ان کی ہمہ جہتی سرگرمیوں کو امت کے لئے نافع بنائے اور حضرت والا کے لئے ذخیرہ آخرت۔

آمین ثم آمین یا رب العالمین

نمونہ اسلاف حضرت مولانا مفتی محمد امجد صاحب قاسمی مدظلہ استاد حدیث العربیۃ الاسلامیہ آزادوِل سے ملاقات

۱۵/دسمبر ۲۰۰۳ء کو دوپہر تین بجے کے بعد ہوٹل ایئر پورٹ گرانڈ پہونچے۔ رات میں قیام ہوٹل ہی میں رہا صبح فجر کی نماز کے بعد آرام کیا اور ناشتہ کے بعد قاری عبدالرحمٰن کے پاس ہندوستانی احباب کے فون نمبر تھے ان پر رابطہ کیا۔ حضرت مولانا مفتی محمد امجد صاحب سے فون پر ملاقات ہوگئی۔ انھوں نے نہایت مخلصانہ دعوت دی ہم لوگ بالکل اجنبی اور نئے تھے۔ ہوٹل سے باہر آئے اور ٹیکسی کرایہ پر حاصل کی۔ ٹیکسی میٹر کے حساب سے چل رہی تھی۔ ایک گھنٹہ کا سفر طے کیا تو آزادوِل آگیا۔ ٹیکسی کا میٹر دیکھا تو معلوم ہوا 5 رینڈ واجب الادا ہیں یعنی کہ ہندوستانی کرنسی کے حساب سے تین ہزار چار سو اسی روپئے ہم نے کرایہ ادا کیا لیکن سوچا کہ اگر یہاں کا سفر اتنا گراں ہے تو یا اللہ ہم کیسے سفر کرسکیں گے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ہمارے پاس جو رقم تھی وہ دو چار ہفتہ میں آمد و رفت پر صرف ہوجائیگی۔ حضرت مفتی صاحب کو معلوم ہوا تو انھوں نے بے انتہا افسوس کا اظہار کیا اور کہا کہ ٹیکسی والے نے بہت زیادہ کرایہ وصول کیا ہے۔

حضرت مفتی صاحب نے سب سے پہلے حضرت مولانا عبدالمجید صاحب مہتمم العربیۃ الاسلامیہ آزادوِل سے ملاقات کرائی۔ حضرت مولانا نہایت خلیق اور مہربان انسان ہیں۔ اکابر و اسلاف کا عملی نمونہ ہیں۔ مدرسہ میں قیام وطعام کا نظم فرمایا اور ہماری آمد پر مسرت کا اظہار کیا۔ لیکن ہم لوگ مدرسہ میں قیام نہ کرسکے۔ کیوں کہ لین ایشیاء میں قیام

کا ارادہ تھا۔ اس کے بعد حضرت مفتی صاحب۔ اپنے دولت کدہ پر لے گئے مشروبات سے تواضع کی، دوپہر میں کھانا بھی مفتی صاحب ہی کے گھر کھایا اور قیلولہ کیا۔ حضرت مولانا مفتی محمد امجد صاحب با اخلاق، نوجوان عالم ہیں۔ دارالعلوم آزدول کے ممتاز اساتذہ میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ دارالعلوم دیوبند سے [illegible]ء میں فارغ ہوئے آپ کا اصلاحی تعلق مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ جلال آبادیؒ سے رہا ہے۔

آپ کا وطن بجھیڑی ضلع مظفر نگر یوپی ہے۔ آپ کی شادی ایک علمی خانوادے میں یعنی مفتی عبدالوہاب صاحب پانڈولی کی دختر محترمہ سے ہوئی۔ آپ نے فراغت کے بعد درس وتدریس سے اپنا ناتہ جوڑ لیا۔ پھر ساؤتھ افریقہ آگئے 1997ء سے 2002ء تک دارالعلوم زکریا للبنات میں تعلیمی خدمات انجام دیتے رہے پھر 2003ء میں العربیۃ الاسلامیہ میں آپ کا تقرر ہوگیا۔ آپ درجہ علیا یعنی دورہ حدیث اور افتاء کے طلباء کو درس دیتے ہیں۔ حضرت مولانا عبدالمجید صاحب تھانوی سلسلہ سے متعلق ہیں اور حضرت مولانا حکیم اختر صاحب کراچی مدظلہ جو حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب مدظلہ کے خلیفہ ومجاز ہیں اس لئے العربیۃ الاسلامیہ کے اصول وضوابط اور یہاں کے ماحول میں خانقاہ تھانہ بھون کی جھلک محسوس ہوتی ہے۔ منگل کے دن بعد مغرب آپکی مجلس منعقد ہوتی ہے۔

دور نزدیک سے سینکڑوں مریدین ومتوسلین مجلس میں حاضر ہو کر استفادہ کرتے ہیں افسوس کہ حضرت موصوف کی مجلس میں شرکت کی سعادت حاصل نہ ہوسکی۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کا سایہ تادیر قائم ودائم رکھے اور ان بوریہ نشین اولیاء کے صدقے خانقاہی نظام کو باقی رکھے۔ آمین۔

حضرت مولانا محمد ایوب صاحب کاچوی مدظلہ العالی

حضرت مولانا محمد ایوب کاچوی دامت برکاتہم سکریٹری جمیعۃ علماء ساؤتھ افریقہ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ آپ نہایت بااخلاق غمگسار، دردمند دل عالم ہیں۔ آپ کی وضع قطع اکابر اسلاف کی یاد دلاتی ہے ایسے اعلیٰ عہدہ پر فائز ہونے کے باوجود بے انتہا خلیق اور مہربان نظر آتے ہیں۔ آپ سے مدارس اسلامیہ، علماء کرام اور ملت اسلامیہ کے متعلق حالات حاضرہ کے تحت گفتگو کا موقع ملا۔ معلوم ہوا کہ تعلیم و تعلم اور درس و تدریس کی لائن سے امت کے ہونہار بچوں کے مستقبل کی فکر حضرت والا کے دل میں بدرجہ اتم موجود ہے۔ دار العلوم دیوبند سے آپ 1965ء میں فارغ ہوئے۔ اور بحمد اللہ ساؤتھ افریقہ کے اکابرین میں آپ کا شمار ہوتا ہے حضرت مولانا کی گفتگو کے چند اقتباسات درج ذیل ہیں۔

فرمایا! ہم لوگوں کا ہندوستان جانا ہوا۔ الحمد اللہ دہلی کے اطراف یوپی اور بہار کے مدارس میں حاضری ہوئی۔ یہ دیکھ کر نہایت قلق ہوا کہ مدارس تو بہت ہیں، طلباء کی بھی کثرت ہے لیکن تربیت کا فقدان ہے، طلباء ''زمانہ طالبعلمی کی نورانیت سے خالی ہیں'' البتہ آسام میں دیکھا گیا کہ وہاں بڑی اچھی محنت ہورہی ہے۔ اور طلباء کی تعلیم کے ساتھ تربیت پر بھی خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ اس طرح تمام مدارس میں کام ہونا چاہیئے۔ راقم الحروف نے حضرت مولانا محمد ایوب صاحب مدظلہ العالی سے عرض کیا کہ حضرت گنگوہی، حضرت تھانوی، حضرت مدنی، اور حضرت قاری طیب صاحب کے دور میں

طلباء اکابرین ومشائخ کی مجالس میں شریک رہتے تھے۔ ان کو خانقاہی ماحول ملتا تھا اس لئے فارغ ہونے والے طلباء میں کام کرنے کا سلیقہ اور دین کی خدمت کا سچا جذبہ پیدا ہوجاتا تھا۔

آج خانقاہی ماحول نہیں ہے طلباء جدت کی طرف جارہے ہیں اس لئے فارغ ہونے کے بعد پیسہ کمانے کی فکر تو پیدا ہوجاتی ہے لیکن امت کے سدھار اور اس کا حق ادا کرنے کا خاص جذبہ پیدا نہیں ہوتا۔

دوسری بات حضرت کاچوی نے یہ فرمائی جو نہایت قابل غور ہے، فرمایا ہم یہاں دیکھتے ہیں کہ ساؤتھ افریقہ کے مدارس میں طلباء کا معیار زندگی بہت اونچا ہوجاتا ہے۔ بہترین لباس، عمدہ کھانا صاف ستھرا ماحول اعلیٰ قسم کی عمارتوں میں رہائش اس طرح وہ آرام وآرائش کی زندگی گذارنے کے عادی ہوجاتے ہیں لہٰذا جب یہ پڑھ کر فارغ ہوتے ہیں تو دیہات اور چھوٹی جگہوں پر، غریب لوگوں کے درمیان دین کی خدمت کیلئے تیار نہیں ہوتے۔ اگر یہی حالت رہی تو مسلمانوں کی چھوٹی چھوٹی بستیوں میں جہاں غربت اور افلاس کے سائے ہیں، جہاں پر اعلیٰ معیار کا تصور بھی نہیں ہے، دین اور تعلیم کا کام کیسے ہوگا؟ حضرت مولانا اس کیلئے بہت فکر مند دکھائی دے رہے تھے۔

سبحان اللہ! حضرت مولانا کاچوی صاحب کی گفتگو میں اور بھی بہت سے اصلاحی گوشے تھے۔ جن سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ ملت اسلامیہ کے حالات سے موصوف بے خبر نہیں ہیں، بلکہ ہندوستان، پاکستان بنگلہ دیش، لندن، فرانس اور دیگر ممالک میں آپ نے اور آپ کے ہمعصر علماء کرام نے ایک تحریک جس کو ''خاموش تحریک'' کہنا چاہئے، چلا رکھی ہے، ایسے مخلص اور دردمند دل علماء الحمدللہ آج بھی ہمارے درمیان موجود ہیں اس لئے ان حضرات کو غنیمت جان کر ہر عالم دین کو مخلصانہ سعی اور جدوجہد میں حصہ لینا

چاہیئے۔تا کہ تربیت اور اصلاح کا جو فقدان نظر آتا ہے، وہ کما حقہ دور ہو جائے اور قدیم زمانہ کے اکابر ومشائخ اور علماء کرام کی یاد تازہ ہو جائے۔ میرے ساتھ اس گفتگو میں جناب قاری عبدالرحمٰن صاحب محسن قاسمی انبیٹھوی بھی شریک رہے۔

حضرت مولانا محمد داؤد صاحب دامت برکاتہم

جمعیۃ علماء ساؤتھ افریقہ کے سکریٹری جناب حضرت مولانا محمد داؤد صاحب مدظلہ سے ملاقات ہوئی اگر چہ یہ ملاقات مختصر تھی مگر بہت کار آمد۔ موصوف اپنی ذمہ داری اور اپنے کاموں میں نہایت مصروف رہتے ہیں۔ آپ کو دیکھ کر قلبی مسرت اور عبرت حاصل ہوئی کہ ایک ذمہ دار آدمی کو اپنے کام میں کس قدر مشغول ہونا چاہئے ،مولانا موصوف کا مزاج دیکھا گیا کہ گفتگو کم اور کام زیادہ کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جمعیۃ علماء ساؤتھ افریقہ نے بے مثال مذھبی اور ملی خدمات انجام دی ہیں جن کا تذکرہ ''انشاء اللہ'' اگلے صفحات میں آئیگا، اللہ تعالیٰ ان حضرات کو جزائے خیر دے، اور دونوں جہان میں کامرانی اور خوشنودی خداوندی عطا ہو۔ ملت اسلامیہ کے دیگر ممالک کے علماء ومفکرین کو بھی جمعیۃ علماء ساؤتھ افریقہ کے نقش قدم پر چلنے کی خدا تعالیٰ توفیق عطاء فرمائے آمین۔

مسجد حمایت الاسلام میں وعظ

نوجوان عالم دین، ملت اسلامیہ کے جذبہ سے سرشار خوش خصال حضرت مولانا نذیر احمد صاحب جسات امام وخطیب مسجد حمایت الاسلام لینیشیا کی دعوت پر ۹ جنوری کو مسجد حمایت الاسلام میں اس ناکارہ نے (راقم الحروف) جمعہ کی نماز سے قبل تقریر کی۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کے احسانات کا ذکر کیا کہ انسان کو اللہ رب العزت نے بے شمار نعمتیں عطا فرمائی ہیں جن کا احتساب انسان کے بس کی بات نہیں ہے مولانا نذیر احمد

صاحب نے انگریزی میں ترجمہ کیا۔ بعد نماز جمعہ بہت سے احباب نے خصوصی ملاقات کی اور قلبی مسرت کا اظہار کیا۔ بہت سے لوگ علاج کیلئے مدعو ہوئے۔ ان کو مفید مشورے دیئے گئےلیکن ادویات کی عدم موجودگی کا افسوس رہا مولانا موصوف کے دولت خانہ پر ظہرانہ ہوا۔ مولانا موصوف کے اندر اللہ رب العزت نے بہت سی صفات رکھی ہیں آپ امام وخطیب کی حیثیت سے خدمت انجام دے رہے ہیں، اور لینیشیا کے ایک بڑے اسکول کے ممتاز استاد ہیں۔ اور جمعیۃ العلماء ٹرانسوال کی لینیشیا شاخ کی مجلس عاملہ کے رکن بھی ہیں آپ اردو، عربی، انگریزی زبان کے بہترین مقرر بھی ہیں۔ قرآن کریم سے خصوصی شغف رکھتے ہیں اور عمدہ انداز میں ملاقات کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا نذیر احمد صاحب جسات مفتاحی کو دونوں جہاں میں ترقیات سے نوازے آمین

دار العلوم زکریا میں حاضری

۱۰ جنوری کی صبح ساڑھے آٹھ بجے، مولانا نذیر احمد صاحب جسات مدظلہ کی معیت میں لینیشیا کا ایک بڑا دارالعلوم۔ جس کو دارالعلوم زکریا کے نام سے جانا جاتا ہے، حاضری نصیب ہوئی۔ دارالعلوم کے بہت سے اساتذہ کرام کی زیارت ہوئی۔ یہاں چھ سو سے زائد طلباء زیر تعلیم ہیں۔ جن میں دو سو طلباء شعبہ حفظ القرآن میں زیر تعلیم ہیں سب سے پہلے دفتر اہتمام میں حاضری ہوئی یہاں ایک نورانی بزرگ عالم دین جناب حضرت مولانا بشیر احمد سلوجی صاحب سے ملاقات ہوئی بڑی مہربانی اور محبت کا اظہار کیا۔ حضرت قبلہ مولانا شبیر احمد مدظلہ العالی ناظم اعلیٰ امور مدرسہ سے ڈربن تشریف لے گئے تھے اس لئے ملاقات نہ ہو سکی۔ البتہ مسجد کے نیچے والے حصے میں جہاں حفظ القرآن کی دس درس گاہیں قائم ہیں۔ حاضری کی سعادت نصیب ہوئی اور اس شعبہ کے مولانا فاروق منصور صاحب اور ان کے خصوصی معاون مولانا قاری محمد

فاروق صاحب سے ملاقات ہوئی۔ دوران گفتگو معلوم ہوا کہ یہاں کم وبیش 58 سے زائد ممالک کے طلباء زیر تعلیم ہیں جن میں ہندوستان ، پاکستان ، بنگلہ دیش، برطانیہ، امریکہ، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ اور چین قابل ذکر ہیں۔

چین کے دو طلبہ عزیز کا قرآن سننے کا شرف حاصل ہوا۔ ماشاء اللہ بہت عمدہ قرآن مجید پڑھ رہے تھے۔ اور بھی کئی اساتذہ کرام سے ملاقات ہوئی، جن کا نام یاد نہیں۔ البتہ سبھی کو حسن اخلاق سے لبریز پایا پھر حضرت مولانا مفتی رضاء الحق صاحب کشمیری دامت برکاتہم سے ملاقات اور زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت مفتی صاحب شاید درسگاہ کی طرف تشریف لے جارہے تھے۔ میرے ہمراہی قاری عبدالرحمٰن صاحب نے عرض کیا! حضرت ہم لوگوں کیوجہ سے آپ کے کاموں میں کوئی حرج نہ ہو؟ فرمایا ایسا کچھ نہیں۔ پھر احترام کے ساتھ بٹھایا اور تعارف ہوا، حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی نے اپنے شاگرد رشید اور ہمارے کرم فرما مولانا نذیر احمد صاحب کو چائے وغیرہ کے انتظام میں لگادیا اور نہایت بے تکلف گفتگو فرمائی۔ افغانستان ، پاکستان ، عراق اور ہندوستان خصوصاً بنگلور کے تعلق سے تبادلہ خیال ہوا احقر نے حضرت مفتی صاحب سے سوال کیا کہ آپ دردمند اور ذمہ دار عالم دین ہیں۔

یہاں ساؤتھ افریقہ کے اکابر میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ اس لئے عالم اسلام اور خصوصاً ہندوستانی مسلمانوں کیلئے آپ اپنا کوئی خاص پیغام دینا چاہتے ہیں جو آپ کے قلب میں موجود ہو تو اظہار فرمائیں؟

حضرت نے کسرِ نفسی کا اظہار فرما کر اور یوں ارشاد فرمایا کہ اب تو مسلمانوں کو اجتماعی اور انفرادی حیثیت سے مثبت انداز میں کام کرنیکی ضرورت ہے۔ اس کے لئے مضبوط حکمت عملی درکار ہے۔ مایوسی اور گھبراہٹ کے بغیر کام آگے بڑھایا جائے۔ قرآن وسنت کی روشنی میں اپنے معاملات حل کئے جائیں۔ حضرت نے عالم اسلام کیلئے عموماً اور ہندوستان کے مسلمانوں اور دارالعلوم محمدیہ بنگلور کیلئے خصوصاً دعائیہ

کلمات ادا فرمائے۔ اور نہایت اکرام سے حضرت نے رخصت فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب مدظلہ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور آپکے وجود مسعود سے امت مسلمہ کو سرفراز فرمائے۔ آمین۔

دارالعلوم زکریا کے مختلف شعبے

دارالعلوم زکریا کے تعلیمی شعبوں کو دیکھ قلبی شادمانی ہوئی، پھر چلتے چلتے مطبخ جانا ہوا، وہاں ہندوستان کے باورچی جناب محمد یٰسین صاحب سے ملاقات ہوئی جو ایک زمانہ میں دارالعلوم دیوبند میں بھی خدمت انجام دے چکے ہیں۔ انھوں نے مطبخ ، گودام، اسٹور روم، گوشت روم اور ترکاری روم کا معائنہ کرایا۔ دارلعلوم زکریا میں جہاں قربانی کے موقع پر جانور ذبح کئے جاتے ہیں اس کو بھی دکھایا بڑی پاک وصاف اور وسیع وعریض جگہ ہے یہ تمام حسن انتظام حضرت مولانا شبیر احمد سلوجی مہتمم صاحب قبلہ کی مساعی جمیلہ کا ثمرہ ہے۔

ساؤتھ افریقہ کی سعادت

دارالعلوم آزادوِل اور دارالعلوم جیسے اداروں کو دیکھ کر دل باغ باغ ہوگیا اور روح میں تازگی آگئی۔ ایک زمانہ تھا کہ ہندوستان کے مدارس دارالعلوم دیوبند۔ مظاہر علوم سہارنپور مفتاح العلوم جلاآباد، ندوۃ العلماء لکھنؤ میں بیرون ممالک سے وافر مقدار میں طلباء آکر علمی تشنگی بجھایا کرتے تھے لیکن اب ہندوستان کے سیاسی حالات نے نیا رخ اختیار کیا تو حکومت ہند نے تعلیمی ویزہ دینا بند کردیا یہ اللہ تعالیٰ کا کرم واحسان ہے کہ اب ساؤتھ افریقہ کو یہ سعادت حاصل ہورہی ہے کہ ہزاروں طلباء قرآن وحدیث سے سیراب ہورہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان اداروں کی حفاظت فرمائے اور تاقیامت قبول فرمائے۔ آمین

اسلام چینل میں حاضری

دارالعلوم زکریا دیکھنے کے بعد حضرت مولانا نذیر احمد جسات ہم لوگوں کو (اسلام چینل جو یہاں کا مشہور مسلمانوں کا ریڈیو اسٹیشن ہے) لے کر گئے۔ مولانا موصوف نے پہلے ہی اطلاع کر کے وقت لے رکھا تھا۔ وہاں سب سے پہلے ہماری ملاقات اسلام چینل کے انچارج جناب پروفیسر عمران ملیانہ سے ہوئی۔ ملیانہ صاحب نومسلم ہیں۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے وہ ایک بڑے کالج کے پرنسپل تھے سیاہ فام نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ موصوف نے بڑی گرم جوشی سے استقبال کیا۔ اور خیر وعافیت دریافت کرنے کے بعد پیش کش کی کہ ڈاکٹر ادریس حبان رحیمی صاحب سے اسلام چینل پر خصوصی گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ جسکو بخوشی قبول کیا اور ملیانہ صاحب نے بطور انٹرویو خصوصی سوالات کیئے جنکے مثبت انداز میں معلوماتی جوابات دیئے گئے۔ وقت کم ہونیکی وجہ سے دوسرے دن ۱۰ ارجنوری کی دس بجے پھر اسلام چینل بلایا گیا اور بحمد اللہ تعالیٰ ہندوستان خصوصاً جنوبی ہند میں اسلام کی آمد اور وہاں مسلمانوں کی اپنی سماجی سیاسی حیثیت اور تعداد کے متعلق اور مختلف عنوانات پر سوالات کیئے گئے۔ (جن کو علٰحدہ نقوش عالم میں شائع کیا جائیگا) مولانا محمد موسی بشیر نے (جو اسلام چینل میں گفتگو کرتے ہیں) اسلام چینل کا معائنہ کرایا اور کام کی کارکردگی سے مطلع فرمایا۔ تمام شعبہ جات اور وہاں نصب شدہ مشینیں دکھائیں۔ اور بتایا کہ تمام نظام کمپوٹرائس ہے۔ جس کو دیکھ کر بہت خوشی ہوئی کہ دیار غیر میں مسلمانوں نے کتنا عظیم کارنامہ انجام دیا ہے (مولانا نذیر احمد صاحب نے اردو سے انگریزی میں ترجمہ کیا اور جناب قاری عبدالرحمٰن صاحب قاسمی نے ناچیز کا تعارف کرایا۔

ریڈیو اسلام کے دفتر میں حاضری

جناب مولانا نذیر احمد صاحب کے ہمراہ ریڈیو اسلام میں حاضری ہوئی مولانا اسماعیل سلیمان دریاوا انچارج آف ریڈیو اسلام سے ملاقات ہوئی آپ ایک بزرگ عالم دین اور ماہر تعلیم ہیں۔ انگریزی زبان میں آپ کو بڑی دسترس اور مہارت حاصل ہے۔

مولانا دریاوا نے ملاقات پر خوشی کا اظہار کیا اور بتایا کہ ریڈیو اسلام جمعیۃ علماء ساؤتھ نے 1997ء میں قائم کیا۔ ابتدا میں ریڈیو اسلام کو چلانے کیلئے حکومت نے ایک سال کا لائسنس دیا تھا پھر اس کی بہترین کارکردگی اور خدمات ونشریات کو دیکھتے ہوئے مزید چار سال کی اجازت مرحمت فرمادی۔ ابتدا میں یہ اسٹیشن 30 کلومیٹر کے دائرے میں اور پھر ۱۰۰ کلومیٹر کے دائرے میں اپنی نشریات پہونچاتا تھا۔

الحمد للہ جو لائسنس ملا ہے اسکے ذریعہ ریڈیو اسلام اپنی نشریات سٹلائٹ کے ذریعہ کیپ ٹاؤن، یوگنڈہ، آسٹریلیا اور یورپ تک پہونچاتا ہے۔ جتنے پروگرام یہاں سے پیش کیئے جاتے ہیں بحمد اللہ تعالیٰ کسی بھی پروگرام میں مزامیر (میوزک کا استعمال نہیں ہوتا)۔

مولانا دریاوا نے بتایا کہ ریڈیو اسلام سے قرآن کریم، تفسیر، حدیث، تاریخ اور فقہی مسائل جیسے اہم عنوانات نشر کیئے جاتے ہیں۔

ریڈیو اسلام سے سامعین براہ راست سوالات بھی دریافت کرتے ہیں۔ اس کے لئے مفتی الیاس صاحب اور مفتی زبیر احمد صاحب کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔

مستورات کیلئے امور خانہ داری سے متعلق، بچوں کی پرورش، تربیت کے متعلق بھی حکومت کے ایماء پر پروگرام پیش کیا جاتا ہے۔ بچوں کیلئے جو پروگرام نشر ہوتا ہے اس کا نام ''الفراشہ'' ہے یہ پروگرام اس وقت شروع ہوتا ہے جب بچے اسکول سے فارغ ہو کر گھروں میں آجاتے ہیں تاکہ وہ اس پروگرام سے پورا پورا فائدہ اٹھاسکیں۔

جمعرات کے دن نوجوانوں کیلئے اصلاحی پروگرام جناب مولانا یحییٰ صاحب بام خلیفۂ مولانا شاہ ابرالحق صاحب مدظلہ پیش کرتے ہیں (جنکی خدمت میں بندہ کو ایک بارحاضری کا شرف حاصل ہوا۔ مغرب کی نماز کی امامت کا حضرت والا نے حکمدیا اور بعد مغرب مختلف موضوعات پر تفصیلی بات چیت رہی۔ افسوس دوبارہ حاضری کی سعادت نہ مل سکی اور ہندوستان لوٹ آیا) لیگل (قانونی پروگرام) منگل کے دن نشر ہوتا ہے جسمیں مختلف ڈاکٹروں کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں جمعہ کے دن کمپوٹر پروگرام ،اوراس کے بعد علاقائی اور عالمی خبریں نشر کی جاتی ہیں۔

گفتگو میں مولانا نذیر احمد جسات اور قاری عبدالرحمٰن صاحب بھی شریک رہے۔

نیشنل حلال اتھارٹی

مولانا اسماعیل سلیمان دریاوا نے بتایا کہ جمیعۃ علماء کے تحت ایک ادارہ ساؤتھ افریقین نیشنل حلال اتھارٹی بھی ہے جوساؤتھ میں اشیاء خوردنی کی جانچ کرتا ہےاور حکومت سے منظور شدہ ہے جملہ اشیاء پر اسکی مہر لگتی ہے کہ یہ حلال ہے۔دکانوں پر ،ہوٹلوں پر، ریسٹونٹ پر "حلال" لکھا ہوتا ہے حلال سرٹیفکٹ بھی ادارہ کی جانب سے دیا جاتا ہے۔

حج وعمرہ کونسل

دوسرا ادارہ "ساؤتھ افریقین حج وعمرہ کونسل" ہے یہ زائرین حج وعمرہ کی (حکومت ایکٹ کے تحت) رہنمائی کرتا ہے۔ حج کلاسس کا اہتمام ہوتا ہے۔ ساؤتھ افریقہ کے مسلمانوں کیلئے یہ ادارہ بہت اہمیت رکھتا ہے مولانا دریاوانے بتایا کہ رمضان المبارک کے خصوصی موقع پر مخصوص پروگرام پیش کئے جاتے ہیں۔ روزہ، تراویح کے مسائل ،قرآن کی تفسیر، حمد ونعت پیش کی جاتی ہیں۔

ریڈیو اسلام کے بانی

دوران گفتگو معلوم ہوا کہ ریڈیو اسلام کے بانی جناب مولانا حیدرعلی دورات ہیں۔ ریڈیو اسلام سے گفتگو بڑی معلومات خیز رہی۔ مولانا سلیمان دریاوا نے پیش کش کی کہ آج رات ریڈیو اسلام سے آپ کی تقریر نشر کرنا چاہتے ہیں،جسکو راقم الحروف نے بخوشی قبول کیا۔

ریڈیو اسلام پر تقریر

چنانچہ رات بعد نماز عشاء "قرآن وحدیث میں والدین کا مقام" کے عنوان پر کم و بیش 30 منٹ کی تقریر نشر کی گئی۔ قاری عبدالرحمٰن صاحب نے ریڈیو اسلام پر تقریر سے پہلے تعارف کرایا اور موبائل نمبر دیا۔ ریڈیو روم میں جناب مولانا عبدالقیوم صاحب مبلغ جامعہ شیخ حسین احمد مدنی ہمراہ تھے (یہ تقریر کسی موقع پر انشاءاللہ ماہنامہ نقوش عالم بنگلور میں شائع کی جائے گی)

خصوصی پیغام

ناچیز نے مولانا دریاوا سے ہندوستانی مسلمانوں کو خصوصی پیغام دینے کی گذارش کی۔ تو مولانا موصوف نے فرمایا۔ میں اپنی جانب سے اورریڈیو اسلام کی جانب سے اور ساؤتھ افریقہ حکومت کیجانب سے تمام مسلمانوں کو امن وسلامتی کا پیغام دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ عافیت کے ساتھ اسلام پر باقی رکھے اور پوری دنیا کو امن کا گھوارہ بنائے۔ آمین۔

ساؤتھ افریقہ کے مسلمانوں کی خوبیاں

یہاں کے عوام اور تجار جو ہندی نژاد ہیں۔ گجرات سے آکر بسنے والے مسلمان تاجروں کی اکثریت ہے ان میں اکثر حضرات علم دوست ذھین ، جفاکش، تجارت کا مزاج رکھتے ہیں۔ اور سب سے بڑی خوبی یہ کہ پابند صوم وصلوٰۃ ہیں۔

لباس اور وضع قطع کے لحاظ سے باشرع مسلمان ہیں جگہ جگہ بڑے بڑے شاپنگ سنٹرس بنائے گئے ہیں۔ مال خوب سیل ہوتا ہے گاہکوں کی بھیڑ لگی رہتی ہے۔ فروخت ہونیوالی ہر چیز کو کمپوٹر سے جوڑ دیا گیا ہے۔ گاہک اپنی ضرورت کی اشیاء لے کر کاؤنٹر پر پہونچتا ہے تو کمپوٹر سے دو چار منٹ میں ڈھیر ساری چیزوں کا حساب کر دیا جاتا ہے۔ اس قدر مصروفیات کے باوجود اللہ تعالیٰ کا ان حضرات پر یہ فضل ہے کہ نماز کے اوقات کو ضائع نہیں کرتے۔ گویا ان کی تجارت اور مشغولیات ان کو نماز سے نہیں روکتی۔ جیسے ہی ٹائم ہوا فوراً مسجد کی طرف دوڑ پڑتے ہیں۔ اکثر مساجد فاصلے پر ہیں۔ اس لئے سب لوگ اپنی اپنی سواری سے پہونچتے ہیں۔ اور مساجد کے باہر بڑے بڑے کار پارکنگ بنائے گئے ہیں کہ ہزاروں کاریں بخوبی آسکتی ہیں۔ کشادہ پلان سے کار پارکنگ بنائے گئے ہیں کہ دیکھ کر دل خوش ہوتا ہے۔ گجرات سے آئے ہوئے مسلمانوں نے سب سے پہلے یہاں مساجد بنائیں اور مساجد بھی ایسی خوبصورت کہ ہندوستان میں شاذونادر ہی اس معیار کی مساجد دیکھنے کو ملتی ہیں۔ اور حکومت کیطرف سے ارکانِ اسلام ادا کرنے کیلئے کسی طرح کی کوئی پابندی نہیں ہے بلکہ مسلمان جہاں چاہتے ہیں جگہ خرید کر مسجد بنا لیتے ہیں حکومت سے اجازت کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ حکومت قانونی اعتبار سے مسلمانوں کی مدد کرتی ہے کسی قسم کا تعصب یا عناد ارباب حکومت میں نظر نہیں آتا ہے۔

مساجد تعمیراتی فن کا شاہکار نظر آتی ہیں۔ جہاں جہاں ہم لوگوں کو نماز پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی وہاں دیکھا کہ مؤذن صاحب اذان خوش الحانی کے ساتھ دیتے ہیں، اور ائمہ حضرات قرآن کریم، تجوید اور ترتیل سے پڑھتے ہیں کہ نماز میں خشوع وخضوع پیدا ہو جاتا ہے۔ مساجد میں ہر وقت ٹھنڈا گرم پانی وضوء، اور غسل کیلئے موجود ہوتا ہے۔ وضوء خانوں میں صابن اور منہ صاف کرنے کیلئے تولئے موجود رہتے ہیں۔

بلکہ ایک مساجد میں یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ پانچوں وقت آنے والے مصلیان کیلئے اتنی وافر مقدار میں رومال صاف وستھرے موجود رہتے ہیں کہ ہر آدمی وضوء بنا کر تولیہ استعمال کرتا ہے اور ایک باکس میں ڈال دیتا ہے، وضوء کے بعد ہاتھ پاؤں سکھانے کیلئے ایسے ہیٹر لگائے ہیں کہ جن سے آرام دہ گرم ہوا خارج ہوتی ہے بیت الخلاء اور حمام خانے بھی جدید سہولیات سے مزین ہیں اللہ تعالیٰ نے ساؤتھ افریقہ کے مسلمانوں کے مال کو اپنے دین اور مرضیات کیلئے قبول فرمالیا ہے۔ انفاق فی سبیل اللہ یہاں کے مسلمانوں کی گھٹی میں شامل ہے۔

مساجد میں نمازیوں کیلئے کرسیوں کا اہتمام بھی رہتا ہے جو لوگ کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتے وہ کرسی پر اطمینان سے نماز ادا کرتے ہیں۔ اوقات کی پابندی یہاں کے لوگ خوب کرتے ھیں۔ مساجد کا احترام بھی خوب ہے۔ مسجد میں سیکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں نمازی آتے ہیں لیکن کسی کی آواز سنائی نہیں دیتی ہر آدمی خاموشی کیساتھ آتا ہے اور خاموشی کے ساتھ ہی واپس چلا جاتا ہے۔ اگر کسی کو گفتگو کرنی ہوتی ہے تو مسجد سے باہر کرتے ہیں۔

ساؤتھ افریقہ کے مسلمانوں کی دو خصوصیات

دوران گفتگو مولانا محمد عثمان قاسمی بن مولانا نذیر احمد صاحب قاسمی مدظلہ العالی نے بتا یا کہ ساؤتھ افریقہ کے مسلمانوں میں دو صفات یا دو اعمال ایسے ہیں جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس ملک کو آفات اور عذابات سے محفوظ رکھا ہے۔

اول: یہ کہ لوگ نماز کے پابند ہیں حتی کہ گھروں میں مستورات بھی نمام کی پابندی کرتی ہیں۔

دوم: اپنے مال کی پوری زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ خندہ پیشانی کے ساتھ زکوٰۃ نکالنے کے عادی ہیں زکوٰۃ ادا کرنے میں اپنے اوپر بوجھ نہیں محسوس کرتے۔ بلکہ یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ زکوٰۃ ہمارے پاس امانت ہے اس کو ہر حال میں ادا کرنا ہے اور ہر تاجر اس بات کی کوشش کرتا ہے کہ پہلے واجب الادا زکوٰۃ نکالدی جائے اس کے بعد صدقات اور عطیہ جات کے مد میں سے رقومات نکالی جاتی ہیں۔ یہاں کے لوگ عطیہ کو خصوصی اصطلاح ''اللہ'' کے نام سے منسوب کرتے ہیں''۔

ساؤتھ افریقہ کے عوام کی حالت

مسلمان مرد عربی کرتے پاینٹ شرٹ اور ٹوپی پہننے کے عادی ہیں اور سلام کا خوب رواج ہے راستہ میں اپنوں ہی سے نہیں اجنبی لوگوں سے بھی خیر وعافیت دریافت کرتے ہیں۔ البتہ عورتوں میں اسلامی لباس کا فقدان ہے۔ زیادہ تر عورتیں مغربی لباس پہنتی ہیں اور ان کے ''سر'' اوڑھنیوں سے خالی رہتے ہیں لیکن جو عورتیں شریف اور دیندار گھرانوں سے تعلق رکھتی ہیں انکے سروں پر اسکارف رہتا ہے جس سے بخوبی سمجھا جاسکتا ہے کہ یہ شریف اور دینی مزاج رکھنے والی مستورات ہیں۔ ہندو پاک میں جیسے برقع کا رواج ہے، یہاں اس کی عادت بہت کم ہے البتہ نئی نسل کی مسلم لڑکیوں میں یہاں کے اثرات کافی دکھائی دیتے ہیں۔ نیم برہنہ لباس یہاں کی عام غیر مسلم لڑکیوں کا پسندیدہ لباس ہے ری پبلکن ساؤتھ افریقہ گورنمنٹ کے قانون کیوجہ سے بھی بہت سے شریف ماں باپ اپنی بچیوں کو شرعی لباس پہنانے سے قاصر ہیں کیونکہ یہاں لڑکی جب بالغ ہوجاتی ہے اور بیس سال کی عمر کو پہونچ جاتی ہے تو وہ اپنی مرضی کا لباس پہنتی ہے اور اپنی مرضی کے دوستوں اور سہیلیوں کے ساتھ رہتی ہے والدین کو سختی کے ساتھ روکنے

یا ٹوکنے کا حق حاصل نہیں، مختصر فیملیاں ایسی ہیں جن کے والدین اپنی مرضی سے لڑکی کی شادی کرتے ہیں ورنہ اکثر لڑکیاں اپنی ازدواجی زندگی کیلئے خود ہی لڑکے کا انتخاب کر کے والدین کو مطلع کرتی ہیں۔

ساؤتھ افریقہ میں جہیز کی وباء نہیں ہے

ہاں ایک بات جو یہاں کے مسلم نوجوانوں میں نظر آتی ہے وہ قابل ذکر بھی اور قابل تعریف بھی کہ نوجوانوں میں ''جہیز'' کے نام سے کوئی لالچ نہیں ہے لڑکیوں کے والدین کو اس سنگین اور قبیح رسم سے بالکل بے فکری ہے۔ اور ہندوستان کی عورتوں کیطرح یہاں کی خواتین زیورات پر مرنیوالی نہیں ہوتی ہیں۔ بس زیادہ ہی ہوا تو گلے میں سونے یا چاندی کی زنجیر پہن لیتی ہیں ورنہ اکثر عورتوں کے گلے، ہاتھ، پاؤں، زیور سے خالی رہتے ہیں۔ البتہ آرٹی فیشل چوڑیاں اور زیور کا کم عمر لڑکیوں میں فیشن ضرور ملتا ہے۔ وہ بھی جنون کی حد تک نہیں۔ شادی بیاہ کی تقریبات سبھی طرح کی ہوتی ہیں۔ اعلیٰ درجہ کی بھی اور درمیانی وکم درجہ کی بھی۔ نکاح خوانی اکثر وبیشتر مساجد میں ہوتی ہے البتہ یہاں کے رواج کے مطابق عمدہ اور لذیذ کھانوں کا اہتمام ضرور ہوتا ہے۔ شادی میں شرکت کرنیوالے رشتہ دار اور دوست احباب تحائف پیش کرتے ہیں جن میں زیادہ تر گھر میں استعمال ہونیوالی اشیاء ہوتی ہیں جو بوقت رخصت دولہن اپنے ساتھ شوہر کے گھر لے جاتی ہے۔ ساؤتھ افریقہ میں یہ بھی رواج ہے کہ شادی ہوتے ہی دولھا اپنے گھر والوں سے الگ ہوجاتا ہے اور اپنا گھر الگ بسا لیتا ہے۔ دونوں میاں بیوی رہتے ہیں۔ اور گاہے گاہے والدین کے گھر پر جاتے ہیں اور والدین ان کے گھر پر آتے ہیں جس کی وجہ سے گھریلو تنازعات بہت کم ہوتے ہیں۔ یہاں ساس، بہو کی لڑائی دیکھنے کو نہیں ملتی ہاں والدین کی خدمت کرنے سے اکثر جوڑے محروم رہتے ہیں۔

علماء کرام اور دیندار لوگوں کا طرز معاشرت

درج بالا گفتگو میں نے عام مسلمان مرد اور عورت کے تعلق سے کی ہے۔ ساؤتھ میں ایک طبقہ اور بھی ہے وہ ہے علماء کرام اور انکے اہل خانہ اور تبلیغی جماعت سے منسلک حضرات اور ان کے اہل خانہ، اس طبقہ کی مستورات بحمد اللہ تعالیٰ، برقع اور پردہ کے ساتھ باہر آتی جاتی ہیں۔ اور احکام شریعت کا خصوصی اہتمام کرتی ہیں۔ فرائض، واجبات اور سنن کی ادائیگی کا احساس بھی ہے اور ان پر عمل بھی۔ لیکن اس طرح کی خواتین اور مرد بہت ہی مختصر ہیں (یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مجھے اس کی صحیح تحقیق نہ ہوسکی ہو) اللہ تعالیٰ عوام میں بھی ایسی بیداری اور جذبہ پیدا فرمادے کہ سبھی باشرع ہوجائیں۔ اور اندرو باہر کا ماحول اسلامی ہوجائے۔ آمین۔

عوام میں حکومت کا احترام

یہاں کے عوام میں حکومت کا احترام دیکھا گیا ہے اور حکومت کے بنائے ہوئے قانون کا بھی احترام لوگوں میں کثرت سے ہے۔ جان بوجھ کر کسی کو حکومت کے خلاف باتیں کرتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔ ہندوستان کے حالات اگرچہ ساؤتھ افریقہ سے مختلف ہیں اور ''دیومالائی'' حکومت ہونیکی وجہ سے مسلم طبقہ کو سرکاری مراعات برائے نام حاصل ہیں۔ اور فرقہ پرست تنظیموں نے عصبیت کا ماحول پیدا کردیا ہے۔ اس سے قطع نظر کہ سرکاری قوانین اور احکامات کے خلاف ورزی کا ماحول بنا ہوا ہے۔ عوام سرکاری قوانین کو اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق عمل میں لاتے ہیں۔ حکومت قانون بناتی ہے ۔عوام قانون توڑتے ہیں۔ قانون سزا دیتا ہے تو عدالت مجرموں کو سزا سے بچالیتی ہے۔ ہر طرف رشوت کا بول بالا ہے۔ ہندستان کی حکومت کا کوئی محکمہ رشوت سے خالی نہیں ہے اور یہ بلا ہندوستان پر ایسی مسلط ہے کہ اس سے خلاصی ناممکن نظر آتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت اور حرام مال کمانیکی کس قدر مذمت فرمائی اور اللہ کے عذاب سے ڈرایا ہے اس کی شاید کسی کو پرواہ نہیں؟ مسلمان طبقہ جب سرکاری دفاتر میں جاتا ہے تو سرکاری عملہ کے افراد منھ کھول کر فراخدلی سے رشوت طلب کرتے ہیں۔ اور یہ طبقہ رشوت دینے پر مجبور ہے کیونکہ رشوت کے بغیر کوئی کام انجام کو نہیں پہونچتا۔ بعض لوگوں کو کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ ہندوستان میں ''رشوت'' مسلمانوں کیلئے ایک ''نعمت'' ہے اگر رشوت نہ ہوتی تو مسلمان کا کوئی کام پورا نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ہم ہندوستان کے مسلمانوں پر رحم فرمائے۔ اور رشوت دینے اور رشوت لینے سے حفاظت فرمائے۔ آمین

بہرحال ساؤتھ افریقہ میں بھی ''رشوت'' کی لعنت موجود ہے لیکن بہت کم لوگوں کو اس سے واسطہ پڑتا ہے۔ ویسے بھی یہاں کے حکام میں سرکاری قوانین کا احترام عوام کی طرح ہے۔ کالوں میں ''اصلاح'' کی ضرورت عوام میں خصوصاً کالی نسل کے لوگوں میں لوٹ مار چھینا جھپٹی چاقوبازی، گولی مار کر رقومات لے کر فرار ہوجانے، کار وغیرہ چھین کر بھاگ جانے کی شیطانی عادت ہے۔ تنہا آدمی کا خصوصیت سے رات میں پیدل چلنا خطرہ سے خالی نہیں ہوتا۔ کالے لوگ گلیوں میں اور سنسان راستوں میں چھپے رہتے ہیں اور موقع لگتے ہی لوٹ لیتے ہیں کبھی تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ گولی مار کر آدمی کو ختم کردیتے ہیں۔ اگرچہ حکومت کیطرف سے راستوں کے مختلف چوراہوں پر سیکورٹی کے ''جوان'' تعینات رہتے ہیں۔ اس کے باوجود عادی مجرم اپنا کام کرجاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں زیادہ لوگ گاڑیوں سے سفر کرتے ہیں۔ اس کے باوجود عادی مجرم اپنا کام کرجاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں لوگ زیادہ تر گاڑیوں سے سفر کرتے ہیں اور پیدل چلنے سے احتراز کرتے ہیں۔ دوران گفتگو احمد چیدات صاحب نے بتایا کہ ساؤتھ افریقہ میں کالوں کی طرف سے لوٹ مار اور قتل وغارت گری نہ ہوتی تو انگلیڈ کے عوام بھی وافر مقدار میں یہاں آباد ہوجاتے اس کے باوجود مجموعی اعتبار سے ساؤتھ افریقہ کا سماجی ماحول اطمنان بخش ہے۔

ساؤتھ افریقہ کب آزاد ہوا؟

ری پبلکن ساؤتھ افریقہ 1992ء میں آزاد ہوا اور گوری نسل کے لوگوں نے اس کی باگ ڈور مقامی لوگوں یعنی کالوں کے سپرد کی اور برسوں کی آزادی جدوجہد رنگ لائی ۔کالوں کو آزادی نصیب ہوئی جنوبی افریقہ دنیا کے ترقی یافتہ ممالک میں سے ایک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس خطہ کو معدنیات اور زرعیات سے مالا مال فرمایا ہے۔ یہاں پلاٹینم ، سونا، چاندی اور یورینیم کی بڑی بڑی کان ہیں۔معلوم ہوا کہ دنیا کا تین چوتھائی سونا اس ملک سے پیدا ہوتا ہے۔دوران سفر جگہ جگہ مٹی کے بڑے بڑے پہاڑ جیسے ڈھیر نظر آتے ہیں وہاں زمین کی کھدائی کا کام چل رہا ہوتا ہے۔ زمین سے معدنیات کے ذخائر کو نکال کر صاف کرنیکا معاہدہ افریقہ اور چین اور امریکہ وغیرہ کے مابین چل رہا ہے۔

''گروپ ایریا ایکٹ'' کا قیام

جنوبی افریقہ چار صوبوں پر مشتمل ہے۔اس میں ایک صوبہ ''اورنج فری اسٹیٹ'' ہے جو خالص گوروں کی آبادی پر مشتمل ہے۔دوسری اقوام کو اس صوبے میں بسنے کی اجازت نہیں۔ پہلے ہندوستانی حضرات گوروں کے شہروں میں رہتے تھے لیکن پندرہ سال قبل یہاں کی حکومت نے ''گروپ ایریا ایکٹ'' نام سے جدید قوانین مرتب کئے جس کے نفاذ کی روشنی میں ہر بڑے شہر سے منسلک انڈین لوگوں کیلئے الگ شہر بسانے کا حکم دیا گیا۔اس وقت تو مسلمانوں کو کافی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا لیکن نتیجہ بہتر نکلا کہ مخلوط آبادی کیوجہ سے مسلم نسلوں میں جو بگاڑ پیدا ہو رہا تھا ہندوستانی اور گوروں کے بچے ایک اسکول میں تعلیم حاصل کرتے تھے اس پر روک لگ گئی اور نئی آبادی میں مسلمانوں نے اپنی نسلوں کے دینی تشخص اور قومی کلچر کو خوبصورتی کے ساتھ باقی رکھا۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں کے مسلمانوں پر خصوصی فضل فرمایا کہ یہ حضرات نہایت دیندارانہ مزاج رکھتے ہیں اور انھوں نے علماء کرام مشائخ عظام،اہل اللہ حضرات سے اپنا تعلق ہمیشہ قائم رکھا یہی وجہ ہے کہ یہاں کا مسلمان دیگر مسلم ممالک کے مسلمانوں کے مقابلہ میں دینی حمیّت اور غیرت زیادہ ہے ۔عمر رسیدہ لوگوں کی بات نہیں بلکہ نوجوانوں کے چہروں پر خوبصورت داڑھیاں موجود ہیں ان کے لباس اور چہروں سے نورانیت ٹپکتی ہے۔

تبلیغی جماعت کی محنت

یہاں میں نے مشاہدہ کیا کہ اکثر مساجد میں تبلیغی جماعت سے منسلک احباب(جن میں نوجوان زیادہ نظر آتے ہیں)فضائل اعمال پڑھ کر سناتے ہیں اور گشت وغیرہ کا اہتمام خوب ہے اور ہر شہر میں تبلیغی اجتماعات بھی منعقد ہوتے ہیں۔ اپنے روزمرہ کے معمولات میں فرائض'واجبات'سنن کا اہتمام رہتا ہے۔جماعت تبلیغ کے احباب اپنے بچوں کو بھی مسجد میں لے کر آتے ہیں شاید یہی وجہ ہے کہ یہاں ہندوستان کے مقابلہ میں نمازیوں کا تناسب زیادہ ہے کہ بچوں کو ابتدا ہی سے نماز باجماعت کا اہتمام کرایا جاتا ہے۔اسکول اور کالجوں میں تعلیم حاصل کرنیوالے طلباء کے لئے ہر محلّہ اور ہر علاقہ میں دینی مدارس قائم ہیں۔ بعد نماز عصر قرآن مجید اور دینیات کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔

یہاں مدارس اور اسکولس کے ذمہ داران میں باہم ربط ہے یہ وہ نعمت ہے جس سے ہندوستان کا مسلمان محروم ہے۔یہاں اسکولس میں بہت سے ٹیچرس ایسے ہیں جو علماء کے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ان کے تقویٰ اور خوف خداوندی کا اثر ان کے شاگردوں میں بھی آتا ہے۔جبکہ ہندوستان میں اسکول اور کالجوں کے طلباء کو پڑھانیوالے زیادہ تر

غیر مسلم ہوتے ہیں اور مدارس اور دیندار طبقہ سے وہ دور ہوجاتے ہیں۔لیکن جماعت نے اسکول اور کالج کے طلبہ پر بھی محنت کی ہے جس کے اثرات ظاہر ہیں۔تبلیغی جماعت سے امت مسلمہ کو عظیم فائدہ پہونچا ہے۔اور بحمد اللہ تعالیٰ پہونچ رہا ہے۔

ساؤتھ افریقہ پر علماء کرام کی توجہات

ہندوستان اور پاکستان کے علماء ومشائخ سے یہاں کے مسلمانوں نے خوب فیض حاصل کیا ہے۔خط اور فون کے ذریعہ یہاں کے باشندے علماء اور اکابر سے برابر رابطہ رکھتے ہیں اور جب بھی موقع ملتا ہے ان کو ساؤتھ آنیکی مخلصانہ دعوت دیتے ہیں۔ان کے دورانِ قیام ان کے وعظ ونصیحت سنتے ہیں۔مجالس میں حاضر ہوتے ہیں اور اپنی اصلاح وتربیت کی فکر رکھتے ہیں۔اجلاس ومجالس میں کثیر تعداد میں مسلمان شریک ہوتے ہیں۔ماضی میں حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب مسیح الامت جلال آبادیؒ اور حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند(جو ساؤتھ میں ہی آسودہ خواب ہیں)حضرت مولانا منظور احمد نعمانیؒ اور دارالعلوم دیوبند کے کئی اساتذہ کرام کے علاوہ پاکستان سے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری نے یہاں کے احباب کے اصرار پر متعدد بار دورے کئے ہیں۔ان کے فیوض وبرکات کا ظہور ابھی تک ہورہا ہے۔

اور اب بھی بحمد اللہ تعالیٰ ہندوپاک کے کئی ممتاز علماء اور مشائخ یہاں کے احباب کو اپنی آمد سے فیضاب فرمارہے ہیں جس کا یہ لوگ برملا اظہار بھی کرتے ہیں اور دوران گفتگو اپنا تعلق ضرور بتاتے ہیں کہ میں فلاں بزرگ سے اپنا اصلاحی تعلق رکھتا ہوں۔کہاں برصغیر اور کہاں براعظم افریقہ؟ یہ ایمان ہی کی تو برکت ہے کہ ہزاروں میل کے فاصلے کو حائل ہونے نہیں دیا اور برابر ادھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر تبلیغی سفر اور اصلاحی وتربیتی سفر ہوتے رہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ اس نعمت کو اسی طرح باقی رکھے۔آمین

ساؤتھ علماء کرام کی جدوجہد

جنوبی افریقہ کی سرزمین جس طرح مادی اعتبار سے زرخیز ہے اسی طرح اس سرزمین سے مردم خیز شخصیات بھی پیدا ہوئی ہیں۔اور انھوں نے قوم وملت کیلئے ناقابل فراموش خدمات انجام دی ہیں۔ان میں درج ذیل حضرات کے اسماء گرامی قابل ذکر ہیں حضرت مولانا ولی اللہؒ بانی جمعیۃ علماء ٹرانسوال ساؤتھ افریقہ۔حضرت مولانا اسماعیل صاحبؒ سابق جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء۔حضرت مولانا ابراہیم صاحب سنجالویؒ حضرت مولانا محمد میاں ابن موسیٰ صاحبؒ شاگرد بحرالعلوم حضرت مولانا سید انورشاہ صاحب کشمیریؒ۔حضرت مولانا اسماعیل صاحب ناناؒ اور حضرت مولانا محمد ائے کھلوایاؒ او ران کے بعد حضرت مولانا محمد عباس علی جینا۔

اس وقت بھی پورے ساؤتھ میں بہت سے حضرات علماء کرام دین وملت کی سرگرمیوں اور خدمات میں ہمہ تن مشغول ہیں۔مخلصانہ طور پر اپنی اپنی لائن میں قابل تقلید خدمات انجام دے رہے ہیں۔ان میں سرفہرست حضرت علامہ مولانا محمد ایوب صاحب کاچوی دامت برکاتہم جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء ٹرانسوال ساؤتھ افریقہ(جو اور بھی بہت سے اداروں کی سرپرستی فرمارہے ہیں)حضرت مولانا محمد داؤد صاحب مدظلہ العالی جمعیۃ علماء ٹرانسوال اور ان کی مجلس عاملہ کے جملہ ارکان علماء کرام(سبھوں کے نام تو معلوم نہ ہوسکے)حضرت مولانا محمد صابر صاحب مدظلہ العالی چینل آف اسلام انٹر نیشنل لین ایشیا حضرت مولانا شبیر احمد سلوجی مدظلہ صاحب مہتمم دارالعلوم زکریا او رحضرت مولانا عبدالمجید صاحب مہتمم العربیۃ الاسلامیہ آزادول حضرت مولانا یحیی صاحب مہتمم مدرسہ اشرفیہ خلیفہ ومجاز حضرت شاہ ابرار الحق صاحبؒ۔حضرت مولانا محمد امجد صاحب استاذ حدیث العربیۃ الاسلامیہ آزادوِل۔حضرت مولانا نذیر احمد جسات صاحب مفتاحی خطیب وامام مسجد حمایت الاسلام لین ایشیا مسجد وغیرہ وغیرہ۔

سیاہ فام عوام کو اسلام کی اشد ضرورت

بے طال ایک شہر ہے ۔ یہاں متعدد حضرات سے ملاقات ہوئی جن میں مولانا محمد بشیر صاحب مفتاحی سے خصوصی ملاقات رہی ، موصوف مفتاح العلوم جلال آباد کے فارغ التحصیل ہیں حضرت مسیح الامت سے فیض یافتہ ہیں ، نہایت خلیق اور نرم گو ہیں دو پہر میں موصوف کے دولت خانہ پر کھانے کا اہتمام رہا۔ معلوم ہوا کہ خاندان میں کئی علماء کرام ہیں اور وہ مختلف اداروں میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں ۔ اور مستورات میں بھی کئی عالمہ ہیں جو مختلف مدارس و مکاتب میں دینی خدمات کا شغف رکھتی ہیں ۔ مولانا بشیر احمد نے بتایا کہ سیاہ فام لوگوں میں اسلام کی شدید ضرورت ہے انکے شاپنگ سینٹر پر نو مسلم لڑکا تھا اس نے بحمد اللہ قرآن کریم حفظ کیا ہے اور بھی کئی سیاہ فام لوگوں نے اسلام قبول کیا ہے اور خاموشی کے ساتھ مولانا بشیر صاحب بحمد اللہ تعالیٰ دعوت و تبلیغ کا یہ فریضہ انجام دے رہے ہیں ۔ اسی طرح یہاں کے مختلف اداروں اور تنظیموں نے بھی اس میدان میں کام کا بیڑا اٹھا رکھا ہے جسمیں سرفہرست جمعیۃ علماء ٹرانسوال ساؤتھ افریقہ کی نمایاں خدمات ہیں۔ ملک میں کالوں کی اکثریت ہے اور یہ لوگ ہمیشہ سفید فام لوگوں کے ظلم و جبر کا شکار رہے ہیں۔ اگرچہ اب گوروں کی حکومت ختم ہوگئی ہے اور کالوں کی حکومت ہے لیکن اب بھی یہ لوگ سفید فام افراد سے نفرت کا اظہار کرتے ہیں ۔ اور ہند نژاد مسلمانوں کے متعلق بھی ان کا یہی رویہ ہے ۔ لیکن مسلمانوں کی حکمت عملی اور ہمدردانہ جذبات کے باعث اس کا اظہار شاذ و نادر ہی دیکھنے یا سننے میں آتا ہے۔ یہاں پر مسلمانوں کے مستقبل کی سب سے بڑی ضمانت یہ ہے کہ مقامی آبادی کو اسلام کی خوبیوں سے روشناس کرایا جائے۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ مسلمان جب بھی دعوت فکر و عمل میں کوتاہی کرتا ہے تو نت نئے فتنوں اور مصائب

و آلام میں گرفتار ہو جاتا ہے ۔ اسلئے مسلسل تحریک کی ضرورت ہے جس کیلئے علماء کرام دانشوران ، ادارے ، تنظیمیں اور مواصلاتی ادارے اپنا فرض منصبی ادا کریں ۔ اور قرآن کی پکار اور رسول اکرم ﷺ کا ایمانی پیغام اور درس اخوت و محبت گھر گھر پہونچایا جائے ۔ یہاں کی اکثریت رشد و ہدایت قبول کرنیکے لئے تیار ہے ۔ امن و سلامتی کی خواہش ہر انسان کا فطری تقاضہ ہے جو اسلام کے دامن سے وابستہ ہو کر ہی حاصل ہو سکتی ہے ۔

اس بات کا ذکر اگلے صفحات میں حضرت مولانا محمد ایوب صاحب کاچوی دامت برکاتہم نے بھی فرمایا کہ ہندوستان کے علماء کرام نے بھی یہاں کے علماء و مبلغین پر زور دیا ہیکہ وہ اپنے ہم وطن کالے بھائیوں میں دین کی روشنی کما حقہ پہونچائیں ۔ اور یہ اس وقت کی سب سے بڑی ضرورت ہے اس ملک کے باشندوں کی کہ ان کے کانوں میں حق کی آواز پہونچائی جائے ۔

آئی ایس ڈی فون کے متعلق

یوں تو یہاں پر جگہ جگہ سڑکوں کے کنارے ٹیلیفون بوتھ حکومت کی جانب سے نصب ہیں ۔ یہاں کارڈ خرید و اور اس کارڈ کے ذریعہ بیرون ملک بات کرلو ۔ سب سے بڑی پریشانی تو یہی ہے کہ سڑک کے کنارے دھوپ میں کھڑے ہو کر فون ہر آدمی نہیں کر سکتا ۔ دوسرے کارڈ مخصوص دوکانوں پر دستیاب ہیں اور یہاں کے بازار اور دوکانیں شام کے ۵ / بجے بالکل بند ہو جاتے ہیں ۔ عصر کی نماز سے پہلے پہلے بازار اور محلے کی دکانیں بند ہو جاتی ہیں ۔ یہاں کے عوام کی عادت ہے جو بھی خریدنا ہے ۵ / بجے سے پہلے خرید لیتے ہیں ۔ اس لئے ہماری پریشانی کو کم کرنے کیلئے میرے محبّ اور کرم فرما جناب سید افضل پاشا صاحب سکریٹری دار العلوم محمدیہ روزآنہ صبح میں فون کر کے خیریت

معلوم کر لیتے اور ضروری بات بھی ہو جاتی تھی۔ دوسرے عزیزم ڈاکٹر قاری محمد فاروق اعظم قاسمی بھی تقریباً روز آنہ ہی فون کرتے اور گھر کی، دواخانہ کی، مدرسہ کی اور دوستوں کی خیریت وعافیت بتادیا کرتے اس طرح ہندوستان سے رابطہ کی تکلیف اور پریشانیاں کم ہو جاتی تھیں۔

ساؤتھ افریقہ کے مشہور شہر

اس ملک کی آبادی کل ساڑھے پانچ کروڑ ہے جسمیں مسلمانوں کی تعداد پچاس لاکھ ہے لیکن رقبہ کے اعتبار سے بہت بڑا ملک ہے۔ یہاں کا دار الخلافہ ''پری ٹوریا'' ہے یہاں کے مشہور شہر، جوہانسبرگ، ریسٹن برگ، یوک برگ، بے تال، لین ایشیاء، بنولیٰ جرمنسٹن، کیپٹن پارک، مالیورد، پری ٹوریا، کیپ ٹاؤن، ڈربن، ایسٹ لندن، ٹرانس کائی، اُم ٹاٹا، پنالس فرٹ، نیو کاسر، ڈنڈی، اسٹانڈائن یا یائن، وہائٹ ریوا، میڈابرگ، دِٹ بنک، اسپرنگ، پی ٹس برگ۔ وغیرہ وغیرہ ہیں۔

سڑکیں اور ہائی وے

ساؤتھ افریقہ میں جیسے ہی سفر شروع ہوتا ہے تو مسافر کو قطعی بوریت نہیں ہوتی کیونکہ سڑکیں اتنی صاف اور کشادہ ہیں کہ گاڑی ڈیرھ سو کیلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے دوڑتی ہے تو بھی پتہ نہیں چلتا۔ یہاں سڑکوں کے کنارے پر اسپیڈ ہدایات لکھی ہیں کہیں 40 کہیں 70 کہیں 100 تو کہیں 120 کلومیٹر کی رفتار سے گاڑیاں چلتی ہیں اور خود کار کیمرے نصب ہیں۔ ہدایت کے خلاف گاڑی زیادہ اسپیڈ سے چلی تو کنٹرول روم میں گاڑی نمبر، وقت اور رفتار سب نوٹ ہو جاتی ہے۔ کمپوٹرائز سسٹم ہے ایسی گاڑیوں پر جرمانہ لگایا جاتا ہے اور پوسٹ کے ذریعہ جرمانہ کی رسید گھر پہونچ جاتی ہے اسلئے ڈرائیور دیکھ بھال کر گاڑی چلاتے ہیں۔

بوڑھے ڈرائیور کا لطیفہ

یہاں کے لوگوں نے بتایا کہ چند دن قبل 75/سال کا بوڑھا آدمی ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ مستی میں تھا اور گاڑی 225 کلومیٹر کی رفتار سے دوڑا رہا تھا پولس نے بڑی مشکل سے اسے پکڑا اور جرمانہ عائد کیا۔

سیاحتی مقامات

اس ملک میں پوری دنیا سے سیاح آتے ہیں۔ یہاں کا ماحول نہایت فری ہے ہر آدمی آزاد ہے۔ لباس میں، فیشن میں ہر آدمی اپنی مرضی کا مالک ہے۔ بہت سے لوگ کانوں میں بالیاں پہنتے ہیں۔ بنیان اور نیکر پہنتے ہیں۔ عورتین زیادہ تر نیم برہنہ لباس میں گھومتی ہیں۔ یہاں پر بے شمار قدرتی مناظر ہیں۔ سیاحتی مقامات ہیں۔ بے شمار جھیلیں ہیں۔ پارک ہیں، جزیرے ہیں، ان میں ایک مقام وام باتھ ہے یعنی گرم پانی سے نہانے کا مقام۔ یہاں پر گرم پانی کا خصوصی انتظام ہے جو بھی آتا ہے وہ گرم پانی سے ضرور نہاتا ہے۔ عورتین، مرد، بچے، بوڑھے غرض سبھی نہاتے ہیں۔

دوسرا مقام: ٹیبل ماؤنٹین ہے۔ یہ ایک اونچا مقام ہے۔ پہاڑ ہے اور ٹیبل کی طرح بنا ہے یہاں سے پورا کیپ ٹاؤن نظر آتا ہے۔

تیسرا مقام: واٹر قرن۔ یعنی پانی سامنے ہے یہ بھی تفریحیٰ مقام ہے۔

چوتھا مقام: مسین سیٹی ہے۔ یہ سمندر کی طرح بنایا گیا ہے اسمیں ندی ہے، سڑکیں ہیں، ہوٹل ہیں، ہزاروں سیاح روز آنہ یہاں آتے ہیں۔

پانچواں مقام: گرگل نیشنل پارک ہے یہ دنیا کا نمبر ایک جانوروں کا پارک ہے یہاں شیر اور دوسرے درندے بالکل آزاد ہیں۔ لوگ اپنی گاڑیوں میں بیٹھ کر گھومتے ہیں

گاڑیوں سے باہر نکل کر بھی دیکھتے ہیں۔ درندے نقصان نہیں پہونچاتے۔ایک صاحب نے بتایا کہ ایک زمانہ میں قطب الاقطاب شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحبؒ اس جنگل کو دیکھنے گئے تھے (ساؤتھ افریقہ کے دورے کے موقع پر) تو شیر اور دیگر درندے اس ولی اللہ کی زیارت کرنے کیلئے آس پاس جمع ہوگئے بہر حال بزرگوں کی شان نرالی ہوتی ہے۔

ہارٹس بی بس قٹ: یہ ایک بڑا ڈیم ہے اس کے قریب پہاڑ بھی ہے اور چڑیا گھر بھی ہے جہاں بندروں کی بہت سی نسلیں بھی ہیں۔اس کے علاوہ ایک اہم مقام اوپن آئی لینڈ ہے جو سمندری جزیرہ ہے اس میں مجاہد آزادی اور ساؤتھ کے سابق صدر ''نیلسن منڈیلا'' کو 27 سال قید میں رکھا گیا تھا۔یہ تمام مقامات بندوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں۔انکے علاوہ اور بھی بہت سے مقامات ہیں جن کی سیر کیلئے لوگ ہزاروں کی تعداد میں جاتے ہیں۔

یہاں کے لوگوں کا مزاج ہے کہ اتوار کے دن چھٹی رہتی ہے تو تفریح کرتے ہیں، گھومتے ہیں یہ زندگی کا جز ولاینفک ہے،عورتیں بھی تفریح کرتی ہیں۔گھروں میں کھانا نہیں پکایا جاتا۔عام طور سے چھوٹی فیملی والے لوگ ہوٹلوں میں چلے جاتے ہیں۔کچھ گھروں میں ایسا ہوتا ہے کہ مرد ہوٹل میں کھانا کھاتا ہے اور بیوی بچوں کیلئے بھی پارسل لے آتا ہے، عام طور سے عورتیں، بریڈ یعنی ڈبل روٹی اور انڈے وغیرہ کھانے کی عادی ہیں۔ہوٹلوں میں ایک خصوصی کھانا جس کو ''پزہ'' کہتے ہیں نہایت پسند کیا جاتا ہے۔ہم لوگوں کو بھی پیش کیا گیا لیکن ہم سے کھایا نہ گیا......کیپ پوائنٹ سب سے بڑا سیاحی مقام ہے یہ کیپ ٹاؤن کے کنارے پر ہے۔کیپ ٹاؤن دنیا کا سب سے خوبصورت اور آخری شہر ہے کیپ ٹاؤن اس ملک کا تاج ہے جو دن میں اپنی خوبصورتی کی ضیاء

بکھیرتا ہے اور سیاحوں کے دل موہ لیتا ہے سیاح لوگ اس شہر کو بہت پسند کرتے ہیں۔ یہ شہر رات کی روشنی میں نہایا ہوا نظر آتا ہے، اس شہر کے کنارے بحر ہند اور بحر اوقیانوس آپس میں ملتے ہیں دونوں سمندروں کا پانی اپنی رنگت کے اعتبار سے الگ نظر آتا ہے باجود اس کے کہ وہ ایک دوسرے سے ملکر بہہ رہے ہیں۔قرآن کریم نے اس کرشمہ خداوندی کے طور پر ذکر کیا ہے مرج البحرین یلتقیٰن بینھما برزخ لایبغیٰن۔قدرت کے اس کرشمہ کو دیکھنے کیلئے ساری دنیا سے سیاح آتے ہیں، اور اپنی آنکھوں سے اس نشانی کو دیکھتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی قدرت کاملہ پر ایمان لانے کیلئے یہی ایک چیز کافی ہے۔ ہزاروں لاکھوں سالوں سے یہ سمندر اسی طرح ملے ہوئے ہیں۔ کوئی تغیر نہیں آیا۔وہ کون سی ابدی طاقت اور قوت ہے جس کے اشارے پر یہ سب کچھ ہر وقت جاری ہے۔اللہ تعالیٰ بینائی عطا فرمائے آمین۔

کیپ ٹاؤن موسم کے اعتبار سے اور قدرتی مناظر کے دلفریب حسن کیوجہ سے دنیا کا ممتازترین شہر ہے اور یہ ساؤتھ افریقہ ہی کا نہیں بلکہ دنیا کا آخری شہر ہے۔اس شہر سے تقریباً ۹۰ کلومیٹر کے فاصلے پر دنیا کی آبادی ختم ہوگئی، اور بحر منجمد جنوبی تک پانی ہی پانی ہے۔

سمندر کے طول وعرض کو آج تک کوئی پیمائش نہ کر سکا اور شاید مستقبل میں بھی کوئی نہ کریگا کیونکہ دنیا کے جتنے بھی براعظم ہیں وہ سمندر کے سامنے بہت چھوٹی سی چیز ہیں۔سمندر کو سائنٹسٹ آج تک نہ سمجھ سکے۔خدا کی ذات میں کیا تفکر کر سکتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ تم ہماری صفات میں غور کرو تو ہمارے کارخانہ قدرت کے متعلق تم پر عجیب انکشافات ہونگے اور اگر ہماری ذات میں تفکر کروگے تو ہلاک ہوجاؤگے۔بقول شاعر

تو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا
میں جان گیا بس تیری پہچان یہی ہے

ساؤتھ میں پبلک ٹرانسپورٹ

ہندوستان میں جن لوگوں کے پاس اپنی سواریاں ہیں، ان کو تو بہر حال سہولت ہے لیکن جن کے پاس اپنی وھیکل یا کار نہیں ہے ان کو بھی بڑی سہولت ہے، بنگلور شہر ہو یا کوئی اور بڑا یا چھوٹا شہر، سب ہی جگہ عوام کو آمدورفت کی سہولت حاصل ہے۔ ہر علاقہ میں سرکاری بس اسٹینڈ، اور پرائیویٹ بس اسٹاپ، پر دور نزدیک کے لئے بس مل جاتی ہے۔ تھوڑے سے کرایہ میں زیادہ سفر ہوجاتا ہے اس کے علاوہ گھر سے باہر نکلتے ہی آٹو رکشہ یا ٹیکسی صبح فجر کی نماز سے لیکر رات میں ایک یا دو بجے تک سہولت ہے۔ مسافر یہ نہیں دیکھتا کہ ٹیکسی یا آٹو ڈرائیور کون ہے۔ ہندو ہے یا مسلمان بس ہاتھ سے اشارہ کیا اور کہاں جانا ہے؟ بتایا اور چلدیا۔ ایسے ہی ڈرائیور کی بھی مسافر کی تحقیق نہیں کرتے کہ کہاں جانا ہے؟ جانیوالا کون ہے؟ گویا مسافر اور ٹیکسی ڈرائیور کو آپس میں ایک دوسرے پر بھروسہ ہے۔ لیکن ساؤتھ میں بالکل اس کے برعکس ہے۔

اول تو یہاں عام لوگوں کیلئے ہندوستان کیطرح آٹو رکشہ یا ٹیکسی کی سہولت حاصل نہیں۔ ٹیکسیوں کیلئے مخصوص ٹیکسی اسٹینڈ بنائے گئے ہیں۔ وہاں سے بیٹھو اور جہاں اترنا ہے اتر جاؤ۔ مین روڈ سے اتر کر اندر کہیں بھی یا کتنی بھی دور آبادی میں جائیں تو پیدل جائیں گے، جبکہ یہاں محلوں میں جو سڑکیں ہیں وہ اتنی کشادہ ہیں جتنی کہ ہمارے یہاں کی بڑی سڑکیں ہوتی ہیں۔ لیکن محلوں میں سواریوں کی سہولت نہیں ہے اسی لئے ہر آدمی کی یہاں یہ کوشش ہوتی ہے کہ اس کے پاس اپنی گاڑی ہو، تاکہ اہل خانہ کو آنے جانے میں بھی سہولت ہو اور اپنی دکان یا فیکٹری یا ملازمت کی جگہ پر جانے میں پریشانی نہ ہو۔ یہی وجہ کہ یہاں جس کے پاس اپنی گاڑی نہیں ہوتی وہ پریشان رہتا ہے، اپنی مرضی سے کہیں آمدورفت نہیں کرسکتا۔ نماز کے وقت مسجد کے کار پارکنگ میں اور مدرسہ کے

وقت مدرسہ کے کار پارکنگ میں، اور فیکٹری کے ورک ٹائم میں فیکٹری کے کار پارکنگ میں بہت سی گاڑیاں کھڑی رہتی ہیں، کیونکہ ہر آنیوالا کار سے آتا ہے، اسکول کی چھٹی کے وقت بچوں کو واپس لیجانے کیلئے ان کے سرپرست گاڑیاں لیکر آتے ہیں۔ بہرحال یہاں گاڑی زندگی کا ایک اہم حصہ ہے، اس کے بغیر گذارا بڑی مشکل سے ہوتا ہے۔

کالوں کی مسلم نوازی

کچھ دوستوں نے بتایا کہ یہاں کے کالی نسل کے لوگ امریکہ اور برطانیہ کو ناپسند کرتے ہیں جبکہ صدام حسین، اسامہ بن لادن جیسی شخصیات کو پسند کرتے ہیں، صدام حسین کو تو محض امریکہ مخالف رویہ کیوجہ سے پسند کیا جاتا ہے، لیکن اسامہ بن لادن کو ہیرو تسلیم کرتے ہیں۔ افغانستان پر حملہ کے دوران کالوں نے بڑے بڑے جلوس نکالے اور کہا کہ اسامہ ہم تمہارے ساتھ ہیں، اور اسامہ ہیرو نمبر ۱، اسامہ زندہ باد کے نعرے لگائے آج بھی بہت سے کالوں کے گھروں اور دکانوں میں اسامہ کی تصویر لگی ہے، یہاں کی حکومت بھی امریکہ نواز نہیں ہے، اسامہ بن لادن کا مشن آج بھی یہاں کے لوگوں کو جلا بخش رہا ہے۔

کالوں کی ایک اور خوبی

یہ ہے کہ طبیعت کے اعتبار سے بہت سادہ ہوتے ہیں، یہ بہت جلدی بھروسہ کرتے ہیں، اور ہندوستانی دکانداروں کے پاس جب یہ لوگ کچھ خریدنے آتے ہیں، تو بھاؤ نہیں کرتے بلکہ خریدنے کے بعد اپنی جیب سے سارے پیسے نکالکر دیدیتے ہیں۔ دکاندار پیسے گن کر اپنے پاس رکھ لیتا ہے اور اس کے باقی پیسے واپس کردیتا ہے، کالے دکانداروں پر بھروسہ کرتے ہیں، ہم نے دوران سفر دیکھا کہ جنگلوں میں بڑے بڑے

شاپنگ سنٹر بنائے گئے ہیں فروٹس اور سبزیوں کی بڑی بڑی منڈیاں بنائی گئی ہیں ۔ صاف ستھرا ماحول ہے یہ لوگ تمام اشیاء بے انتہا صفائی کے ساتھ فروخت کرتے ہیں ۔ گاہک اپنی مرضی کی چیزیں منتخب کرکے کاونٹر پر لے آتا ہے اور رقم ادا کرکے بل لے لیتا ہے ۔ سیکڑوں آدمی خریدنے والے ہیں لیکن کوئی شور وشغب نہیں، بس خاموشی کے ساتھ سب چل رہا ہوتا ہے، جنگلوں میں دکانیں قائم ہیں ان میں بھی شہر کی طرح رش رہتا ہے ۔ آس پاس کے دیہات میں رہنے والے کالے اور دیگر باشندے سامان خرید کرلے جاتے ہیں ۔ بازار میں یا دکان پر کبھی گاہک کو یا دکاندار کو تو تو میں میں یا گالی گلوج کرتے نہیں سنا، خاموشی کے ساتھ خرید وفروخت ہوتی رہتی ہے، کالوں میں بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو روپئے پیسے گننا نہیں جانتے اور سامان کے تعلق سے بھی ان کو پتہ نہیں لگتا کہ کتنے کا آئے گا، لیکن اب چونکہ تعلیم ان میں اور انکے بچوں میں آگئی ہے وہ کافی بدل گئے ہیں، ان کی رہائش اور کھانا پینا وغیرہ پہلے سے کافی بدل گیا ہے، جیسے جیسے علم آیگا ان کی اصلاح بھی ہوگی، اور انکے مزاج میں اور کلچر میں تبدیلی آئیگی ۔ بہت سے کالوں پر محنت ہوئی تو انھوں نے اسلام قبول کرلیا ہے اور ان کے لباس میں تبدیلی آئی، یہاں بہت سی کالی عورتوں نے اسلامی لباس کے علاوہ برقع کا استعمال شروع کردیا ہے ان کو دیکھ کر یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ مسلمان عورتیں ہیں ۔ ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء ۔

بوتسوانہ کا سفر

2 فروری ۲۰۰۳ کی شام ۶ بجے (اس وقت ہندوستان میں ۷:۳۰ شام کا وقت ہوتا ہے) یہ سہ نفری جماعت (جس میں راقم الحروف محمد ادریس حبان، قاری عبدالرحمٰن

چوبدات شامل تھے) بوتسوانہ کے بارڈر پر پہونچے ۔ یہاں بارڈر پر کسی قسم کا کوئی چوکسی انتظام نہیں ہے، محدود اسٹاف یعنی کسٹم حکام اور پولس کے کچھ سپاہی (سادی وردی میں) موجود تھے ۔ ساؤتھ افریقہ کی سرحد پر پہونچے دس منٹ میں تمام کاروائی مکمل ہو گئی اور ساؤتھ سے خروج کی مہر پاسپورٹ پر لگ گئی پھر پانچ منٹ کے بعد بوتسوانہ سرحد آگئی، یہاں بھی بحمد اللہ تعالیٰ تمام کاروائی دس منٹ میں مکمل ہوئی اور دس دن کا ویزہ مل گیا ۔ بارش کا موسم تھا اور طوفانی ہوائیں اور بارش ہورہی تھی کہ راستہ میں بھائی افضل صاحب (سکریٹری دارالعلوم محمدیہ بنگلور) کا فون آیا لیکن شدید ہوا اور بارش کے باعث آواز صاف سنائی نہیں دے رہی تھی ۔ بہر حال عید الاضحیٰ کا موقع تھا خیر وعافیت مل گئی، اور عید کی مبارکباد پیش کردی، سب سے پہلے ہم لوگ اسی بارش کے موسم میں ''گیروں سٹی'' پہونچے یہ یونسوانہ کا دارالخلافہ تھا نہایت سیدھا سادا شہر ہے پولس کا کوئی خاص بندوبست نہیں ۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ کوئی چھوٹا سا قصبہ ہو ۔ بہر حال صاف ستھرا شہر ہے اس ملک کی کل آبادی ۲۰ لاکھ ہے، اس کا کل رقبہ ۵۸۲۰۰۰ پانچ لاکھ بیاسی ہزار مربہ کلومیٹر ہے ۔ اس کے کل گیارہ ضلع ہیں ۔ اس ملک کا پورا نام ری پبلک آف بوتسوانہ افریقہ ہے، افریقہ یہاں کی کرنسی ''پولا'' pula کہلاتی ہے، زرمبادلہ کے اعتبار سے ساؤتھ افریقہ کی کرنسی سے بڑھی ہوئی ہے ملک میں مسلم آبادی کا تناسب صرف چند فی صد ہے ۔ یہاں ہمارا قیام صرف چار یوم رہا، اور پھر ساؤتھ افریقہ (جوہانسبرگ) واپس آگئے کیوں کہ یہان کے معفوف علمائے کرام اتفاق سے موجود نہیں تھے ۔ مساجد یہاں بھی خوبصورتی کا نمونہ ہیں ۔ اللہ تعالیٰ اس ملک کے مسلمانوں کو باقی رکھے اور دین پر استقامت عطا فرمائے ۔ آمین ۔

آہ! حاذق الامتؒ

ستم ظریفی تو کوئی دیکھے ہنسانے والا ''رلا'' کے اٹھا

بحمداللہ تعالیٰ دارالعلوم محمدیہ ۱۹۸۹ء میں قائم ہوا، اور اس پندرہ سالہ دور میں دارالعلوم محمدیہ کے اس خادم راقم الحروف اور جملہ اراکین نے ہمیشہ یہ کوشش کی، کہ اسلام کی یہ چھاؤنی، قرآن وسنت کی روشنی میں اکابر ومشائخ اور علماء حقانی کے بتائے ہوئے اصول وضوابط کے تحت کام کرتی رہے۔ دارالعلوم محمدیہ کو یوم تاسیس سے ہی یہ شرف حاصل رہا ہے کہ اکابر ومشائخ اور علماء حق کی ہمیشہ اس پر نظر التفات رہی۔ یہی وجہ ہے کہ بے سروسامانی اور مالی وسائل نہ ہونے کے باوجود اس ادارے نے قابل فخر تعلیمی اور ملی خدمات انجام دی ہیں۔ کارکنان، اساتذہ کرام نے اپنے اخلاص میں کبھی کمی نہ آنے دی۔ اور جیسے بھی ناگفتہ بہ حالات آئے کبھی شکوہ زبان پر نہ آیا اور بحمداللہ تعالیٰ کبھی مایوسی کو قریب نہیں آنے دیا۔ الحاج عبدالباسط صاحب (سابق صدر) مرحوم اور میرے محبّ دل نواز انور سادات مرحوم (سابق سکریٹری) بھی اس دینی وملی سفر میں میرے ساتھ چلتے رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے جوار رحمت میں بلالیا۔ اسکے بعد جناب سید افضل پاشا صاحب بے انتہا عقیدت

ومحبت کے ساتھ دارالعلوم کی قانونی سرپرستی فرمارہے ہیں اور اس ناکارہ خادم کے ساتھ (دیگر اراکین کی طرح) قدم سے قدم ملاکر چل رہے ہیں اور ہمہ وقت ادارے کی فکر رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو دونوں جہان میں اسکا نعم البدل عطاء فرمائے آمین۔

ابتداء میں دارالعلوم محمدیہ کی یہ سرپرستی مفکر اسلام مبلغ دین حضرت مولانا سید عبدالقادر آزاد صاحب خطیب بادشاہی مسجد لاہور نے فرمائی۔ حضرت آزاد صاحبؒ فرمایا کرتے، بھائی مولانا حبان صاحب میں ہندوستان آپکے مدرسہ کو نہیں جاسکتا ہوں، اسلئے چاہتا ہوں کہ ہندوستان کے کسی بزرگ کو سرپرست بنالو۔ تو حضرت مولانا سید اسعد مدنی دامت برکاتہم سے درخواست کی گئی۔ حضرت والا دارالعلوم کی سرپرستی فرمارہے ہیں۔ نیز دوسرے سرپرست حاذق الامت حضرت مولانا حکیم زکی الدین صاحبؒ قبلہ، خلیفہ ومجاز حضرت مسیح الامت نے ادارہ کی سرپرستی قبول فرمائی۔ اور اپنے قدوم میمنت سے دارالعلوم کو زینت بخشی۔ اور جب بھی ضرورت محسوس ہوئی رہنمائی اور مشورے کیلئے حضرت اقدسؒ کی خدمت میں پرنامبٹ حاضر ہوجاتا۔ خصوصاً الحاج سید افضل صاحب اور الحاج عبدالرحمٰن بابو بھائی، ضرور میرے ساتھ ہوتے۔

حضرت حاذق الامتؒ دارالعلوم محمدیہ تشریف لاتے تو اساتذہ کرام سے، طلباء سے، جامع مسجد دارالعلوم کے مصلیان کرام سے اور علاقہ کے مسلمانوں سے ملاقات فرماتے، اور خرابی یا خامی کی نشان دہی فرماتے، کبھی طلباء کے لباس پر، اور کبھی ان کے بالوں پر، کبھی ان کی گفتگو کے الفاظ پر تنبیہ فرماتے۔ طلباء کے معیار کے مطابق علمی گفتگو فرماتے، اساتذہ کرام کو شفقت اور مہربانی کی تعلیم فرماتے۔ طلباء کو مارنے پیٹنے سے سخت منع فرماتے، عوام الناس کو حرام سے بچنے اور حلال اختیار کرنیکی نصیحت

فرماتے۔ تصنع اور تکلف سے بیزار رہتے، خشوع وخضوع کے طالب رہتے، اخلاص کی ترغیب فرماتے۔ راقم الحروف (ادریس حبان) سے کئی بار ارشاد فرمایا: مولانا! آپکے مدرسہ میں بحمداللہ تعالی سب کچھ ہے یعنی تعلیم بھی ہے، اورتربیت بھی ہے، حکمت وتدبیر کے ساتھ کام کا مزاج بھی ہے، اساتذہ بھی مخلص ہیں لیکن عمارت نہیں ہے، آج کے دور میں عمارت کی بھی ضرورت ہے، کیونکہ اس سے ادارے کی ظاہری عظمت معلوم ہوتی ہے، اسلیئے کچھ کوشش کرواور اللہ کا نام لیکر مسجد اور مدرسہ کی نئی عمارت بنانے کا افتتاح کرو۔ بحمداللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے حکم اورخواہش پرناکارہ نے ساؤتھ افریقہ کا طبی سفر کیا، اللہ تبارک وتعالیٰ کی نصرتیں ظاہر ہوئیں اور قدم قدم پر حضرت والا کی دعاؤں کا ثمرہ ملا۔ یہ ناکارہ خوش تھا کہ واپسی میں حضرت سے سفر کے پورے حالات عرض کروں گا نیز جلدی کام کو سمیٹنے کا ارادہ بھی تھا کہ ایک دن صبح (22 دسمبر 2003ء) بعد نماز فجر یہ خادم آرام کررہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی، معلوم ہوا کہ بنگلور سے قاری عبدالباری حبانی بات کررہے ہیں۔ انہوں نے روتے روتے یہ اندوہناک خبر سنائی کہ حضرت حاذق الامتؒ اللہ کو پیارے ہوگئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

یہ سنتے ہی میرے دل ودماغ پر جیسے بجلی گرگئی۔ بے ساختہ پھوٹ پھوٹ کررونے لگا، قاری عبدالرحمٰن صاحب جو میرے ساتھ تھے انہوں نے مجھے پکڑ کر سیدھا کرکے لٹادیا، لیکن کس کو چین آئے، اتنی دور کہ دو چار گھنٹہ میں پہونچنا ناممکن۔ حضرت والا کا مبارک چہرہ، گفتگو اور پرنامبٹ کی حاضری، اس ناکارہ کے ساتھ شفقت ومودت کا معاملہ سب یاد آنے لگے۔ ایک عکس کی طرح سب کچھ آنکھوں کے سامنے آگیا کیسے مشفق؟ کیسے مربی اور مہربان تھے؟ ایصال ثواب کے علاوہ (اتنے فاصلہ پر) کیا کرسکتا تھا۔ پرنامبٹ فون کیا تو ڈاکٹر ناصرالدین احمد صاحب اور ڈاکٹر رضی الدین احمد صاحب

اور حضرت مولانا الطاف عزیز صاحب دامت برکاتہم خلیفہ ومجاز حضرت والاؒ سے فون پر بات ہوئی، ایک دوسرے کو دلاسا دیا۔ کیونکہ ایسے وقت میں انسان سب کچھ بھول جاتا ہے لیکن یہ اللہ تعالی کا نظام ہے کہ جب کام پورا ہوجاتا ہے تو بندے کو اس دنیا سے اٹھالیا جاتا ہے۔ ہم جیسے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ کیا ہوگیا؟ ابھی سے کیسے انتقال ہوگیا۔ حالانکہ انسان جب دنیا میں آتا ہے تو اسکی زندگی کے آخری سانس تک تمام احوال وکوائف مادّی، روحانی، ظاہری، باطنی ریکارڈ ساتھ لاتا ہے ۔ سب کچھ انسان کی نظر کے سامنے ہوتا ہے۔ بس ایک چیز چھپی ہوئی ہوتی ہے وہ ہے ''موت'' جب ظاہر ہوتی تو نفس فنا ہوجاتا ہے، اور یہ فنائیت حضرت انبیاء علیہم السلام سے لیکر اولیاء، قطب، ابدال صالحین اور ہر فرد وبشر کے حصے میں آتی ہے۔ حضرت قاری محمد طیب صاحب نے لکھا ہے کہ انسان کبھی مرتا نہیں بلکہ منتقل ہوتا ہے اور اسکی منزلیں بدلتی ہیں یہی ہمارے حضرت کے ساتھ ہوا کہ اللہ رب العزت نے حالت سجدہ میں حضرتؒ والا پر رحمت کی نظر ڈالی اور اپنے پاس بلالیا۔ رحمهم الله عليهم مغفرة واسعه

میں بار بار سوچتا رہا کہ آخری وقت میں حضرتؒ کے دیدار سے محروم، نماز جنازہ میں شرکت سے محروم۔ لیکن ڈاکٹر ناصرالدین احمد صاحب فون پر بار بار یہی کہتے رہے کہ آپ اپنا کام پورا کرکے آئیں جلدی نہ کریں، انکے کلمات سے میں اپنے کام میں لگا رہا۔ فون پر ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ حضرت حاذق الامت بہت یاد فرمارہے تھے ۔ حضرت کی یہ محبت وشفقت ہی میری دنیا وآخرت کا سرمایہ ہے حضرتؒ کے وصال پر مایوسی چھاگئی، بنگلور سے بار بار الحاج سید افضل صاحب، عزیزی قاری محمد حارث حبان سلمہ اور میری اہلیہ کا بار بار فون آتا رہا کہ اپنے آپکو سنبھالو اور حضرتؒ اقدس ہی کے حکم سے آپ سفر پر ہیں۔ اللہ تعالی کے نظام میں کون مخل ہوسکتا ہے۔ صبر کرواور صبر ہی سب سے بہتر چیز ہے۔ یہ راقم الحروف بار بار سوچتا ہے کہ حضرت

والا نے تو اپنے اعمال صالحات سے رتبہ رفع درجات کی صورت میں اللہ تعالیٰ سے حاصل کرلیا ہے ۔اس سلسلہ میں ہم کو فکر کرنی چاہئے کہ اب باقی زندگی قرآن وسنت کی روشنی میں حضرت والا کے نقش قدم پر گذاریں تا کہ ہم بھی اس شاہراہ پر چل کر حضرتِ اقدس اور دیگر پاک نفوس سے جاملیں۔ بہت آگے گئے، باقی ہیں جو تیار بیٹھے ہیں۔

کیالوگ تھے جو راہ وفا سے گذر گئے
دل چاہتا ہے نقش قدم چومتا چلوں

اس سانحہ ارتحال پر کیا لکھوں، بس یہی کہوں گا کہ حضرت کی زندگی سے ہم خدّام کو رہنمائی ملتی ہے اور آپ کی موت سے یہ سبق مل رہا ہے کہ آخر انسان کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور اپنے مالک کے حضور حاضر ہونا ہے۔

تیری نیکیاں باقی تیری خوبیاں زندہ

انٹرویو!

ساؤتھ افریقہ کی سب سے متحرک اور فعّال تنظیم جمعیۃ علماء ٹرانسوال جوہانسبرگ کے سکریٹری جنرل فخر ملت حضرت **علامہ مولانا محمد ایوب کاچوی** مدظلہ العالی سے نقوش عالم کے چیف ایڈیٹر **مولانا ڈاکٹر محمد ادریس حبان رحیمی** کی خصوصی بات چیت

” ریپبلکن ساؤتھ افریقہ کے سفر کے دوران والد بزرگوار حضرت مولانا ڈاکٹر محمد ادریس حبان رحیمی بانی ومہتمم دارالعلوم محمدیہ بنگلور نے کئی اہم علمی شخصیات ،سیاسی وسماجی رہنماؤں سے ملاقاتیں کیں اور مختلف امور پر تبادلہ خیال کیا، کئی مدارس، اسکولس، اداروں تنظیموں کے ذمہ داروں سے خصوصی ملاقاتیں رہیں۔ حال ہی میں انہوں نے انتہائی محترم اور معتبر شخصیت ، ساؤتھ افریقہ کی سب سے سرگرم تنظیم جمعیۃ علماء کے جنرل سکریٹری حضرت مولانا محمد ایوب صاحب کاچوی دامت برکاتہم سے خصوصی ملاقات کی جس میں انہوں نے ساؤتھ کے مسلمانوں کے شاندار ماضی اور تابناک حال ودیگر کئی ایک موضوعات پر سیر حاصل روشنی ڈالی ہے۔......حضرت مولانا کاچوی جمعیۃ علماء ساؤتھ افریقہ کے جنرل سکریٹری کے علاوہ کئی مدارس، اداروں اور تنظیموں کے سرپرست

ہیں ،موصوف اقلیم سیاست کے عظیم مدبر، اخلاقی اقدار کے بہترین حامل، اسلاف کے سچے وارث اور امن واتحاد کے مخلص علمبردار ہیں ،زندگی کا ہر ہر لمحہ عوامی خدمات کیلئے وقف ہے جن کی شہرت آج ساؤتھ افریقہ کی سرحدوں سے نکل کر دیگر مما لک تک جا پہونچی ہے۔......ساؤتھ افریقہ سے یہ انٹریو والد محترم کے شریک سفر، رفیق محترم قاری عبدالرحمن صاحب انبیٹھوی نے ارسال کیا ہے ہم موصوف کے شکریہ کیساتھ شائع کر رہے ہیں۔امید کہ قارئین کرام خاطر خواہ استفادہ کریں گے۔(فاروق اعظم قاسمی)

سوال: آپ کے والد محترم کا نام اور ان کی خدمات کے متعلق اجمالی معلو مات چاہتا ہوں؟

جواب: میرے بزرگ والد محترم کا نام مولانا اسماعیل صاحبؒ تھا جو بحر العلوم حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد خاص تھے حضرت شاہ صاحبؒ کی زندگی کے آخری ایام میں والد محترم نے شرف تلمذ حاصل کیا فراغت کے بعد دار العلوم ڈابھیل رہے اور پھر ۱۹۳۶ء میں ساؤتھ افریقہ آگئے۔

سوال: کیا والد صاحب نے ساؤتھ افریقہ میں تعلیمی اور سماجی خدمات انجام دیں ہیں؟

جواب: جوہانسبرگ میں ایک مدرسہ تھا مولانا اسماعیل صاحبؒ کاچوی طویل عرصہ تک اسمیں تعلیمی خدمات انجام دیتے رہے، جرمسٹن میں بھی ایک مدرسہ تھا وہاں بھی خدمات انجام دیں۔ جمعیۃ علماء ساؤتھ افریقہ کے جنرل سکریٹری رہے اگرچہ ۱۹۴۸ء میں میاز فارم کا نیا مدرسہ قائم ہوا لیکن والد محترم اپنی جگہ پر استقلال سے خدمت کرتے رہے۔ ۱۹۵۱ء میں والد صاحب کا انتقال ہوگیا (اللہ تعالی ان کی خدمات کو قبول فرمائے اور درجات بلند فرمائے) آمین۔

سوال: آپ کا سن پیدائش کیا ہے؟اور والد صاحبؒ کے انتقال کے وقت آپ کی عمر کیا تھی؟

جواب: میری پیدائش ۱۹۳۹ء میں ہوئی۔ دسویں کلاس تک تعلیم حاصل کی ،اسکے

بعد ڈاکٹری پڑھنے کے لئے کسی میڈیکل کالج میں داخلے کا ارادہ تھا لیکن والد صاحبؒ کے ایک دوست نے مشورہ دیا کہ آپ کے والد بھی عالم دین تھے اور آخری ایام تک انہوں نے دین کی خدمت کی۔آپ بھی اسی لائن پر قائم رہئے، چنانچہ ان کی تحریک پر ۱۹۵۹ء میں دار العلوم دیوبند میں میرا داخلہ ہوا۔ والد صاحب کے انتقال کے وقت میری عمر دس گیارہ سال کی تھی ۔ یہ اللہ رب العزت کا فضل وکرم ہوا کہ مجھے بھی دینی اور ملّی خدمت کی سعادت حاصل ہوئی۔

سوال: جمعیۃ علماء ٹرانسوال میں ’’جنرل سکریٹری‘‘ کی پوری پوری ذمہ داریاں میرے سپرد ہیں اور جمعیۃ کے تعلیمی بورڈ کی صدارت بھی ،اس کے علاوہ مدرسہ اسلامیہ بنونی کا بھی مہتمم ہوں جسمیں ۱۲سو بچے تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

سوال: جمعیۃ علماء ٹرانسوال ساؤتھ افریقہ کا قیام کب عمل میں آیا؟ اور اسوقت اسکے سرگردہ ارباب کون تھے؟

جواب: جمعیۃ علماء ۱۹۲۳ء میں قائم ہوئی اس کے بانی حضرت مولانا ولی اللہؒ تھے ان کے بعد مولانا اسماعیل کاچوی (میرے والد) صاحب جنرل سکریٹری، اور حضرت مولانا ابراہیم صاحب سنجالویؒ اور حضرت شاہ صاحبؒ کے شاگرد حضرت مولانا محمد میاں ابن موسیٰ اور پھر حضرت مولانا اسماعیل صاحب ناناؒ اور حضرت مولانا محمد اے کھلوایاؒ جمعیۃ کے اولین ذمہ داران تھے۔(رحمهم الله عليهم ومغفرة واسعه)

سوال: جمعیۃ علماء کی تعلیمی پالیسی حالات کے اعتبار سے وسیع النظر ہے۔۱۹۴۸ میں جمعیۃ نے پہلا نصاب اردو زبان میں تیار کیا تھا۔اس وقت ایک نظام تعلیم بن گیا۔سال میں دوبار جمعیۃ علماء کی جانب سے (نصاب کے حامل مدراس میں) ممتحن حضرات جاتے اور اپنے مفید مشوروں سے کام کو آگے بڑھانے میں مدد کرتے اور جمعیۃ علماء کو ان کی رپورٹ پیش کرتے۔

سوال: ۱۹۴۸ء میں تیار کردہ نصاب کیا اب بھی جاری ہے۔

جواب: نہیں نہیں اس کے متعلق تھوڑی سی تفصیل ہے وہ یہ کہ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ ہندوستانی مسلمانوں کے گھروں سے اردو اور گجراتی زبانوں کا صفایہ ہو گیا کیونکہ گوروں کے اسکول میں انگریزی پڑھائی جاتی تھی اور پھر یہاں کا ماحول اور کلچر بھی انگریزی ہے۔ اس لئے ذمہ داران جمعیۃ علماء نے اس کے متعلق غور کیا اور باہم مشورہ بھی ہوا۔ پھر ۱۹۶۱ء میں حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب ؒ تشریف لائے تھے، اپنے مفید مشوروں سے رہنمائی فرمائی تھی، اسی طرح حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی ؒ تشریف لائے تو ان سے بھی مشورہ کیا کہ کیا حکمت عملی اختیار کی جائے؟ تو حضرت مفتی صاحب نے سر جھکایا اور کئی منٹ خاموش بیٹھے رہے، بعدہ حضرت نے سنسکرت کے کچھ جملے پڑھے سب حاضرین خاموش تھے کیونکہ سنسکرت نہیں جانتے، حضرت نے فرمایا آپ لوگ شاید میری بات سمجھ گئے ہوں گے؟ عرض کیا ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ فرمایا اچھا اب بھی سمجھ میں نہیں آیا۔ پھر فرمایا جب زبان ہی سمجھ میں نہیں آئے گی تو بچہ کیسے پڑھے گا؟ اور فرمایا کہ زمانے کے اعتبار سے تبدیلی آتی رہتی ہے اور آتی رہے گی۔ آپ حضرات بھی زمانہ کے لحاظ سے تبدیلی پیدا کریں۔

ڈیڑھ سو علماء کی خدمت میں بھیجا گیا۔ چنانچہ ماہرین تعلیم نے ان سوالات کے جوابات کی روشنی میں ایک خاص نصاب ترتیب دیا (اور یہ بھی طے پایا کہ پانچ سال بعد پھر اس پر نظر ثانی کی جائے گی) جو بحمد اللہ جمعیۃ علماء کے تحت مدارس اور مکاتب میں پڑھایا جارہا ہے۔ ساؤتھ افریقی مسلم طلباء اس سے مستفیض ہو رہے ہیں۔

گفتگو جاری رکھتے ہوئے حضرت مولانا محمد ایوب کاچوی مدظلہ نے فرمایا برطانیہ حکومت میں رہنے والے مسلمان بھی اس طرح کے نصاب کی برسوں سے ضرورت محسوس کر رہے تھے

اسی فکر کو لیکر کچھ علماء جیسے حضرت مولانا یوسف صاحب مٹالا نے (جو لندن میں مقیم ہیں) اس سلسلہ میں قدم اٹھایا اور جمعیۃ علماء ساؤتھ سے رابطہ کیا ان کو جب یہ معلوم ہوا کہ جمعیۃ نے ایک نصاب تیار کیا ہے تو ان کو اطمینان بھی ہوا اور خوشی بھی ہوئی کہ مستند علماء نے اسکو تیار کیا ہے۔ اسکو انھوں نے اپنے یہاں لندن میں منگایا اور مسلم مکاتب اور مدارس میں اسکو رائج کیا۔ امریکہ کے علماء نے اسکو اپنے یہاں جاری کیا ہے۔ اور بحمد اللہ دبئی کے اسکولوں میں بھی جمعیۃ کا نصاب پڑھایا جارہا ہے۔

سوال: حضرت! دبئی تو اسلامی ملک ہے کیا وہاں کی حکومت نے اس طرح کا نصاب پہلے سے تیار نہیں کیا تھا؟

جواب: جی ہاں یہ بھی ذرا تعجب خیز بات ہے اسکو ذرا تفصیل سے بتانا پڑیگا۔ ایک بار دبئی میں رہنے والے حاجی کمال الدین صاحب ساؤتھ افریقہ آئے وہ دبئی میں گیارہ اسکولس چلاتے ہیں۔ اور ان سے دو ڈھائی ملین کا منافع کماتے ہیں۔ پھر اس منافع سے کیرالا میں کئی کالج چلاتے ہیں۔ جن سے ملت کے بچوں کو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے مواقع ملتے ہیں۔ بہرحال حاجی صاحب جب آئے تو جمعیۃ علماء کے ذمہ داران کو دبئی آنے کی دعوت دی۔ ان کی دعوت پر ایک وفد دبئی گیا ان کے زیر نگرانی چلنے والے اسکولوں کا معائنہ کیا۔ نظام تعلیم اور نصاب تعلیم دیکھا جو وہاں کی حکومت سے منظور شدہ ہے ہمیں یہ دیکھ کر افسوس ہوا کہ قرآن کریم اور دینیات جو مسلم نسل کے لئے ریڑھ کی ہڈی کے مترادف ہے بلکہ اس کا پڑھنا اور پڑھانا فرائض میں داخل ہے۔ ہفتہ میں صرف چالیس چالیس منٹ کے تین گھنٹے متعین ہیں بتائیے کیسے کام چلے گا اور بچوں میں دینی مزاج کیسے پیدا ہوگا؟

جمعیۃ علماء کے وفد نے حاجی کمال الدین صاحب سے کہا کہ آپ کے اسکولس کے اساتذہ کرام کے ساتھ ہم ایک میٹنگ کرنا چاہتے ہیں۔حاجی صاحب نے منظور کیا اور ایک شاندار ضیافت کے ساتھ ساتھ میٹنگ بھی رکھی جس میں اساتذہ کرام بھی شامل تھے جمعیۃ کے وفد نے ان سے ملاقات کی اور سمجھایا کہ ہفتہ میں صرف ایک سو بیس منٹ قرآن اور دینیات پڑھانا کافی نہیں ہے ان کی سمجھ میں بات آگئی اور یہ طے پایا کہ روزانہ ڈیڑھ گھنٹہ مذہبی تعلیم دی جائے گی، اللہ تعالی کا فضل ہے کہ حاجی صاحب کے اسکولوں میں اس پر عمل ہو رہا ہے۔

سوال: دبئی کے اسکولس کو حکومت متحدہ امارات سے کیا اعانت حاصل ہے اور وہاں غیر ملکیوں کی تعداد کیا ہے؟

جواب: مقامی لوگ یعنی عرب تو ۱۷ر فیصد ہیں جبکہ غیر ملکیوں کی تعداد ۸۳ فی صد ہے لیکن وہ صرف نوکری پیشہ یا تاجر لوگ ہیں، ان کا مستقبل اپنے ہی ممالک کے کالجوں اور یونیورسیٹوں میں محفوظ ہے اسلئے انہوں نے اپنے اسکولوں کا تعلیمی نصاب ایسا رکھا ہے کہ اعلی تعلیم کیلئے ان کے بچوں کو اپنے ممالک کے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں داخلے مل جائیں کیونکہ دبئی کے اسکولوں میں غیر ملکی بچوں کو داخلے نہیں ملتے۔متحدہ عرب امارات حکومت کی طرف سے ہندوستانی یا پاکستانی اسکولوں کو سرکاری امداد نہیں ملتی۔اسلئے انہوں نے کمرشیل اسکول قائم کرلئے ہیں اس سے دنیاوی فوائد تو ہوئے لیکن بچوں کے اذہان اور افکار مذہبی نہ بن سکے۔

سوال: جمعیۃ علماء کے نصاب کے تعلق سے کوئی اور بات ہو تو ارشاد فرمائیں؟

جواب: جی ہاں ریاض میں کچھ اسکولوں نے جمعیۃ کا نصاب منگایا ہے اور ہم نے مزید اس پر توجہ دی ہے کہ ہمارا مرتب کردہ یہ نصاب زیادہ سے زیادہ مفید و موثر ہو اس کیلئے برطانیہ میں ''نو مسلم'' مصطفی صاحب کو یہ کام سونپا گیا ہے، بحمد اللہ وہ اس کام میں پوری

توجہ سے لگے ہوئے ہیں۔

ہاں تو آپ نے ہماری تعلیمی پالیسی کے تعلق سے سوال کیا تھا اس کے متعلق میں یہی کہوں گا کہ ہماری تعلیمی پالیسی ہمیشہ اس طرح رہی ہے کہ اس کا براہ راست فائدہ مسلم عوام کو پہونچے آپ دیکھ رہے ہیں کہ ساؤتھ کے فسق و فجور کے ماحول میں مسلمانوں کے چہروں پر داڑھیاں اور سروں پر ٹوپیاں ہیں مساجد آباد ہیں یہ طفیل ہے مدارس اور مکاتب کا جو جمعیۃ کی سرگرمیوں کا ماحصل ہیں۔

سوال: مسلمان اس ملک میں کب آئے اور انہوں نے اپنی بقا اور حفاظت کے لئے کیا جدوجہد کی؟

جواب: کیپ ٹاؤن میں تو مسلمان ساڑھے چارسو سال سے رہتے ہیں، ڈیڑھ سو سال پہلے سے یہاں انگریزوں کی حکومت تھی گوروں نے زبردستی مزدوروں کو گنے کے کھیتوں میں کام پر لگایا ان میں سے بہت سے گجرات کے مسلمان بھی تھے، تاجر لوگ بھی تھے، انہوں نے بڑی محنت کی اور یہاں اپنے کاروبار میں ترقی کی اور مساجد بنانے کو اولیت دی، اپنے مذہبی تشخص کو باقی رکھا اپنے بچوں کو دینی تعلیم دی مدارس اور مکاتب قائم کئے آج بھی ساؤتھ افریقہ کا مسلمان اپنا رشتہ ریپبلکن ساؤتھ افریقہ سے استوار کئے ہوئے ہیں اور حکومت کو بھی یہاں کے مسلمانوں کا اعتماد حاصل ہے جمعیۃ علماء نے نیلسن منڈیلا سابق صدر اور موجود صدر اور ارباب حکومت سے اپنا حسن تعلق باقی رکھا ہے۔فی الحال مسلم پرسنل لاء کیلئے حکومت سے بات چیت جاری ہے جس طرح ہندوستان میں مسلمانوں کے دستور میں مسلم پرسنل لاء کو شامل کرایا تھا، اسی طرح ساؤتھ کے مسلمان بھی جدوجہد کر رہے ہیں، حکومت چاہتی ہے کہ مسلمانوں کی تمام جماعتیں اسمیں حصہ لیں اور کسی ایک نتیجہ پر پہونچ کر اس کو منظور کرائیں۔دعا کریں اللہ تعا

لی اس کے لئے راستے کھول دے اور مسلمان اپنے عائلی قوانین کو حکومت سے منظور کرا سکیں ۔ساؤتھ افریقہ کے علماء اور ماہرین قانون کی یہ ایک اہم ذمہ داری ہے۔مسلمانوں کی یہ جدوجہد ہے جس کیلئے ہمشہ فعال رہنے کی ضرورت ہے۔

سوال: آپ کا نصاب تعلیم طلباء میں کیا صلاحیت پیدا کرنا ہے۔

جواب: ہمارے نصاب تعلیم کو پڑھ کر بچے عالم دین تو نہیں بنتے لیکن ان کو بنیادی اسلامی تعلیم ضرور مل جاتی ہے۔وہ قرآن مجید کے ساتھ ارکان اسلام سے واقف ہوجا تے ہیں ۔اور ضروری مسائل حلال وحرام، شرک وبدعت، کا علم ہو جاتا ہے۔سیرت طیبہ اور تاریخ اسلام پڑھ لیتے ہیں گویا وہ ناخواندہ مسلمان نہیں بلکہ علمی زندگی والے مسلمان بن جاتے ہیں۔پھر وہ عالم فقیہ یا محدث بنیں تو سبحان اللہ یا وہ ڈاکٹر انجینر ،ایڈوکیٹ، سائنٹسٹ تاجر خواہ کچھ بھی بنے لیکن وہ سب سے پہلے مسلمان ہو گا پھر اس کے بعد ہی کچھ اور......

سوال: حضرت! جزاک اللہ خیراًفی الدارین ۔بہت سارا وقت آپنے عنایت فرمایا، ایک سوال اور ہے آپ یہ بتائیں کہ جمعیۃ علماء کن شعبوں کو زیادہ اہمیت دیتی ہے؟

جواب: تعلیم سب سے اہم ہے، اسکے بعد رفاہی کاموں کو بھی خصوصیت سے انجام دیتی ہے۔ہمارے ملک میں کالے، غریب، ان پڑھ، بے روزگار بیمار، پریشان حال جو ہوتے ہیں انکے لئے خصوصی فنڈ اور پروگرام رکھتی ہے ۔ملک کے اندر رفاہی کاموں کیلئے جمیعۃ علماء نے کئی شاخیں قائم کی ہیں جو اپنا کام بحسن وخوبی انجام دے رہی ہیں۔بیرونی ممالک میں بھی بوقت ضرورت رفاہی کام کرتی ہیں ۔مثلاً بنگلہ دیش میں سیلاب آیا گجرات میں زلزلہ آیا ترکستان میں زلزلہ آیا بوسینیا ہرزیگونیا، کوسو میں نسلی فسادات اور نسلی جنگ کے موقع پر اجڑے اور بے سہارا لوگوں کی باز آبادکاری طبی مالی

امداد ہر وقت پہونچانے کیلئے جمعیۃ علماء کے وفد نے اپنی جانوں کو خطرے میں ڈال کر بحمداللہ تعالیٰ خدمت انجام دی ہیں۔جمعیۃ علماء کی کوشش یہی ہے کہ ساری دنیا میں امن وسلامتی قائم ہو اور مسلمان بھی تعلیم یافتہ خوشحال نیک سیرت کا حامل ہو۔

سوال: جمعیۃ علماء بیرونی ممالک میں براہ راست رفاہی کام کرتی ہے یا کوئی اور طریقہ کار اختیار کیا جاتا ہے؟

جواب: ہمارا طرز عمل بیرونی ملک میں مدد کا یہ ہوتا ہے کہ پہلے جمعیۃ کا ڈیلی گیشن جا کر حالات کا مشاہدہ کرتا ہے اور ریلیف کیلئے کون سے ادارے یا تنظیمیں مخلصانہ کام کررہی ہیں (جائزہ لینے کے بعد) انکے ذریعے امداد پہونچائی جاتی ہے۔ ہماری اپنی سرگرمیوں کی خبر ساؤتھ حکومت کو بھی ہے کیونکہ جمعیۃ علماء اپنے قدم آگے بڑھنے سے پہلے حکومت کو اعتماد میں لیتی ہے تا کہ ملک کی پالیسی کے مطابق کام ہو۔

سوال: دینی وملی خدمات کیلئے جمعیۃ علماء کے پاس کچھ اور بھی پروگرام ہیں؟

جواب: جی ہاں! جمعیۃ علماء کے تحت ,,دارالافتاء،، بھی ضروری خدمات انجام دے رہا ہے۔فون اور انٹرنیٹ پر بھی جوابات دئے جاتے ہیں، گھریلو معاملات، شادی بیاہ، طلاق، وراثت کیلئے ,دارالقضاء، قائم ہے۔مواصلاتی ذرائع میں اسلامی قومی میڈیا کے طور پر ,,ریڈیو اسلام،، اپنی نشریات جاری رکھے ہوئے ہے۔جو دنیا کے ہر مسلمان کیلئے لازم وملزوم ہے۔ ,,ریڈیو اسلام،، کے تعلق سے جمعیۃ علماء نے ہندوستان کے اکابر علماء سے مشورہ کیا تھا۔خصوصاً حضرت مفتی محمود حسن صاحبؒ اور حضرت امیر الہند مولانا سید اسعد مدنی صاحب مدظلہ العالی سے۔انہوں نے مشورہ دیا کہ اسکو ہرحال میں باقی رکھا جائے۔

ہندوستان میں بیس کروڑ مسلمان ہیں لیکن رؤیت ہلال کے متعلق بھی اپنی مرضی سے کوئی خبر شائع نہیں کرسکتے انکے پاس اپنا کوئی ریڈیو اسٹیشن نہیں ہے۔سرکاری میڈیا سے

ہی مدد لیجاتی ہے۔

سوال: ساؤتھ حکومت میں مسلمانوں کا رول کیا ہے؟

جواب: یہ بڑا اچھا سوال ہے۔ ساؤتھ افریقہ کے مسلمانوں نے ہمیشہ یہ کوشش کی ہے کہ جوش کے بجائے ہوش سے کام لیا جائے۔ گوروں کی حکومت ظالم تھی انہوں نے کالوں اور مسلمانوں پر ظلم وستم کیا انکی حکومت سے نجات حاصل کرنے اور ملک کو آزاد کرانے میں مسلمان بھی کالوں کے شانہ بشانہ رہے۔ اور مسلمانوں نے جانی اور مالی قربانیاں پیش کیں اور جدوجہد آزادی میں اہم اور نمایاں رول ادا کیا بالآخر ظالموں کے شکنجے سے ملک کو آزادی نصیب ہوئی۔ جب گوروں کی حکومت تھی اس وقت بھی اور اب کالوں کی حکومت سے ہم نے اپنی ہم آہنگی برقرار رکھی ہے اور حتی الامکان حکومت کا ہمیشہ ساتھ دیا۔ ہاں جو بات اسلام اور مسلمانوں کے عقائد سے ٹکرائی اس کی مخالفت بھی کی ہے اور اپنے جائز حقوق، معاملات، مسلم پرسنل لاء کے متعلق حکومت سے بات چیت رہتی ہے۔ حکومت ہمیشہ مسلمانوں کیلئے ہمدردی اور دوستانہ ماحول کو اہمیت دیتی ہے۔ مسلمان ہمیشہ اللہ کی قدرت کاملہ پر یقین رکھتا ہے سب کچھ اللہ رب العزت کے قبضہ میں ہے اسکی مرضی اور حکم سے ہی سب کچھ ہوتا ہے پھر مادی اور ظاہری اعتبار سے جو بہتر وسائل وذرائع ہوتے ہیں استعمال میں لاتا ہے۔ یہی ساؤتھ کے مسلمانوں کا رول ہے۔

سوال: ہندوستان کے اکابر علماء اور مشائخ نے ساؤتھ میں کیا خدمت انجام دی ہے۔

جواب: ہندوستان کے اکابر علماء کرام کا رابطہ ساؤتھ کے علماء اور عوام سے بہت پرانا ہے۔ یہاں کے عوام وخواص کو ہمیشہ ان سے فیض پہونچا ہے 1979 عیسوی میں ہندستانی اکابر نے یہاں علماء وداعی حضرات پر زور دیا کہ وہ کالوں کے ساتھ حسن سلوک

سے پیش آئیں اور انکو اسلام کی دعوت دیں، اسلام کی خوبیوں سے واقف کرائیں یہ انسانیت کا سب سے بڑا حق ہے، لیکن سچ تو یہ ہے کہ اس کام کو زیادہ آگے نہیں بڑھا سکے یہ کام فردِ واحد کا نہیں بلکہ پوری ملت اسلامیہ کا ہے، اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

سوال: ایک آخری سوال، جمعیۃ علماء ساؤتھ اسوقت کن کن ممالک میں دینی وملی خدمات انجام دے رہی ہے، جمعیۃ علماء پورے عالم اسلام کیلئے مفید اقدامات تو کرتی ہے، لیکن آج دنیا میں مختلف باطل تنظیمیں، یہود ونصاری طاغوتی طاقتیں عالم اسلام کیلئے مستقل خطرہ بنی ہوئی ہیں۔ ان سے دفاع کیلئے جمعیۃ علماء کیا اقدامات کررہی ہے؟

جواب: دیکھئے اسوقت ساری دنیا کے مسلمانوں کو تقریباً ایک ہی طرح کے مسائل کا سامنا ہے، امریکہ اور برطانیہ ودیگر مغربی ممالک نے دہشت گردی کو اسلام اور مسلمانوں سے جوڑ دیا ہے یہ ایک سوچا سمجھا پلان ہے۔ گیارہ ستمبر کے حملے کے بعد دشمن طاقتوں نے اسکی خوب تشہیر کی، علماء، طلباء، مدارس اور مذہبی اداروں کو نشانہ بنایا جارہا ہے رمسفیلڈ کے بیان کے مطابق امریکہ نے ساری دنیا میں مسلمانوں کو کمزور کرنے کیلئے کمزور ایمان اور ضمیر فروش مسلمانوں کو تلاش کرکے ان کے ذریعہ اسلام کو غیر معمولی زک پہونچانیکا پلان بنایا ہے۔ اور ایک بل پاس کیا ہے کہ دنیا کی ساری حکومتوں پر زور دیا ہیکہ مسلمانوں کے مذہبی طبقے کو لگام دیجائے۔ اسطرح کے حالات کا مقابلہ کرنے کیلئے مسلمانوں میں پہلے سے زیادہ ہوشمندی کی ضرورت ہے۔ اسلامی احکامات پر، شریعت پر عمل کیا جائے اور انٹرنیشنل قوانین کی روشنی میں اور اپنی اپنی حکومتوں کی مدد سے اسلام دشمن عناصر سے اپنی حفاظت کے اقدامات کئے جائیں اور غیر اسلامی اقدامات کرنے سے سخت پرہیز کیا جائے۔ جمعیۃ علماء امن

اور باہم گفت وشنید پر یقین رکھتی ہے اور اسی راستے سے اپنے کام کو آگے بڑھانا چاہتی ہے اور ساری دنیا کے مسلمانوں کو عدم تشدد کا پیغام دیتی ہے۔

سوال: حضرت! آپ نے بے پناہ مصروفیات کے باوجود ہمیں کافی وقت دیا جس کیلئے ہم شکرگزار ہیں۔ اخیر میں آپ ،نقوش عالم کے قارئین، عالم اسلام اور ہندوستانی علماء و عوام کو کیا پیغام دینا چاہتے ہیں؟

جواب: میں تو اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتا لیکن جمعیۃ علماء کے پلیٹ فارم کی اہمیت کے پیش نظر چند گزارشات پیش کردی ہیں۔ دیکھئے فی زمانہ مسلمانوں میں رجوع الی اللہ کی بہت کمی ہے، ایمان کی کمزوری کے باعث ایسے حالات پیش آرہے ہیں۔ ہم لوگ پاکستان گئے تھے وہاں ایک بزرگ عالم دین سے ملاقات ہوئی انہوں نے فرمایا کہ ناگفتہ بہ حالات آنے کی وجہ یہ ہے کہ علماء نے اپنا کردار اور فریضہ بخوبی انجام نہیں دیا، سچ تو یہ ہے کہ مدارس اور خانقاہوں سے متعلق اکابر زمانے کے تقاضے کو پورا کرنے کی کوشش نہیں کررہے ہیں۔ عملی جدوجہد کی اشد ضرورت ہے تاکہ عوام میں بیداری آئے اور وہ اپنے دنیوی واخروی فرائض کو سمجھ سکیں، اللہ تعالی ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

پرنکواسپرائٹ میں ایک رات

ڈیڑھ ماہ کے قیام کے دوران ساؤتھ افریقہ کے کئی شہروں میں جانا ہوا۔ بحمد اللہ تعالی سب ہی جگہ مسلمانوں کے مذہبی سیاسی اور معاشی حالات سے آگاہی ہوئی ۔ مجموعی اعتبار سے مسلمانوں کو با اخلاق، ملنسار پایا۔ ہمارے میزبان جناب فاروق نانا بھائی کا برابر اصرار رہا کہ ہم لوگ ان کے دولت خانہ پر (جو پرنکوسپرائٹ ٹاؤن میں ہے) چلیں۔ پرنکواسپرائٹ BRONK HORST گوری نسل کے

لوگوں کا خاص علاقہ (آزادی سے قبل) تصور کیا جاتا تھا۔ ان کے زمانہ میں یہاں مسجد بنانے کی بھی اجازت نہیں تھی، لیکن آزادی کے بعد مسلمانوں کو جہاں دوسری کئی راحتیں میسر آئیں وہیں اس علاقہ میں ایک مسجد کا قیام بھی عمل میں آیا، یہ ٹاؤن پہلے صرف گوروں پر مشتمل تھا لیکن اب مسلمان اور کالے بھی آباد ہیں، مسلمانوں کی مجموعی آبادی 25 فیصد ہے۔ یہاں کے بازار میں مسلمانوں کی کثیر دکانیں ہیں، ہر قسم کا سامان (شاپنگ سینٹرس) میں ملتا ہے بحمد اللہ تعالیٰ مسلمان خوش حال ہیں اور سب ہی میں اتحاد واتفاق نظر آیا۔ جو آج کے دور میں نایاب دولت ہے۔ نانا بھائی کے اصرار پر قاری عبدالرحمٰن صاحب نے کہا کہ عیدالاضحیٰ کے موقع پر آپ کے دولت کدہ پر چلیں گے۔ دس بارہ دن قبل پروگرام طئے ہوگیا۔

برنکواسپرائٹ کا پروگرام

9 ذی الحجہ کی دوپہر میں ہماری قیام گاہ پر نانا بھائی آگئے اور انھوں نے بتایا کہ پروگرام اسطرح بنا ہے کہ آپ رات میں میرے گھر پر قیام کریں گے اور برنکواسپرائٹ کی مسجد میں بعد نماز عشاء وعظ ہوگا اور پھر صبح کو عیدالاضحیٰ کی نماز دوگانہ خطبہ اور تقریر بھی آپ حضرات کریں گے۔ انھوں نے بتایا کہ مسجد کے ذمہ داران سے نوٹس پر آپ کی آمد کی اطلاع مصلیان کو دیدی گئی ہے۔

برسوں کے بعد عیدالاضحیٰ وطن سے دور گذارنے کا موقع ملا۔ 9 ذی الحجہ کی شام قبل نماز مغرب ہم لوگ فاروق نانا بھائی کے فارم پر پہنچے۔ عصر کا وقت تنگ ہو چکا تھا۔ جلدی سے نماز سے فارغ ہوئے اور اسکے بعد جلد ہی مغرب کا وقت آگیا۔ فاروق صاحب کے فارم پر نماز مغرب با جماعت ادا کی گئی۔ نماز کے بعد بہت سے احباب ملاقات کو آگئے اور مسجد نور کے متولی اور یہاں کے مشہور تاجر الحاج محمد میاں رحیم

بھی تشریف لائے۔ فاروق نانا بھائی صاحب نے ناچیز کے اعزاز میں بہت سی معزز شخصیات کو عشائیہ کیلئے مدعو کر رکھا تھا۔ یہاں کے دستور کے مطابق عشاء کے قبل پر تکلف ضیافت سے فراغت پائی اور عشاء کی نماز کیلئے متولی صاحب کے ساتھ مسجد نور پہونچ گئے نماز میں شرکت کی۔

مسجد نورانی میں وعظ اور دو اشخاص کا قبول اسلام

مسجد نور ایک چھوٹی سی مگر خوبصورت مسجد ہے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ نمازیوں کی کثیر تعداد ہے جس میں خصوصیت کے ساتھ نوجوان نمازی نظر آتے ہیں جن کے چہرے داڑھیوں سے مزین تھے۔ (جسکا ہندوستان میں فقدان نظر آتا ہے) نماز کے بعد امام صاحب سے ملاقات ہوئی۔ جن کا نام مولانا محمد اسحاق صاحب ہے اور جوان ہیں اور انگریزی بڑی روانی سے بولتے ہیں۔ مقامی باشندے ہیں۔ العربیۃ الاسلامیہ آزادول سے فارغ ہیں اور اصلاحی تعلق حضرت مولانا عبدالحمید صاحب مہتمم آزادول سے ہے۔ موصوف نہایت خلیق ہیں، بڑے تپاک سے ملاقات کی اور حالات بتائے مولانا موصوف نے بتایا کہ وعظ سے قبل دو اشخاص (جو کالی نسل سے تعلق رکھتے ہیں) کو کلمۂ شہادت پڑھا کر اسلام میں داخل کر لیجئے۔ یہ سن کر قلبی مسرت اور شادمانی حاصل ہوئی کہ ایں سعادت بزورِ بازو نیست۔ بغیر کسی محنت و مشقت یہ سعادت حاصل ہورہی ہیکہ دیارِ غیر میں دو آدمیوں کو حلقہ بگوش اسلام کیا جارہاہے اور انکو استغفار اور کلمہ شہادت نیز ضروری ہدایات دینے کیلئے مجھ ناچیز کا انتخاب کیا۔

خیر امام صاحب کی تحریک پر دونوں کو کلمہ شہادت پڑھایا گیا اور ایمان مفصل کے ساتھ ضروری ہدایتیں اور نصیحتیں بھی کی گئیں جن کا انگریزی میں ترجمہ امام صاحب موصوف نے کیا، معلوم ہوا کہ یہ دونوں آپس میں باپ اور بیٹے کا رشتہ رکھتے

ہیں۔ عیدالاضحیٰ کی مناسبت سے اور ویسے بھی دین حنفیت کی نسبت پر دونوں کا نام بالترتیب محمد ابراہیم رکھا جبکہ پہلا نام آبدنیکو تھا اور بیٹے کا پہلا غیر مسلم نام پپلو تھا اب اسلام لانے کے بعد محمد اسماعیل رکھا گیا۔ اس دور فتن میں بھی لوگ اسلام کے پرچم تلے آنے کیلئے بے قرار ہیں۔ بشرطیکہ ہم تھوڑی سی فکر (دعوت اسلام کیلئے) کرلیں اس ناچیز نے مسلمان ہونیوالوں سے سوال کیا کہ آپ کیوں مسلمان ہورہے ہیں، کونسی چیز نے آپکو اسلام کی طرف راغب کیا؟ انھوں نے بتایا کہ ہم دو سال سے اسلام لانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ ہم یہاں اپنے علاقہ کے مسلمانوں کے اخلاق اور انکے کردار سے متاثر ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ آج بھی ہم اپنے آپ کو اسلام کے سانچہ میں ڈھال لیں تو غیر مسلم اسلام قبول کرنے کے لئے تیار ہیں مگر افسوس کہ اغیار کو اسلام کی روشنی سے روشناش کرانے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہم خود ہیں۔ کہ نہ ہم اسلام کو سو فیصد اپنی زندگی میں لاتے ہیں اور نہ ہی دوسروں تک اس مبارک روشنی کو پہونچاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائے اور دعوت وتبلیغ کے اس اہم فریضے کو سمجھنے اور اس کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) دونوں نو مسلموں کیلئے اجتماعی دعا کرائی اور اللہ رب العزت سے ان کیلئے اور اپنے لئے اور پورے عالم اسلام کیلئے اور اعمال صالحات کیلئے دعا کی گئی۔ اسکے بعد وعظ ہوا۔

تیس سال قبل حضرت مسیح الامتؒ تشریف لائے تھے

سب سے پہلے جناب قاری عبدالرحمٰن صاحب نے تلاوت قرآن کریم سے سامعین کو محظوظ فرمایا اور پھر نعت پیش کی۔ بعدہ راقم الحروف نے بیان کیا جس میں دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کی فکر اور موت کی یاد دلائی۔ آدھے گھنٹے کے اس وعظ کا ترجمہ انگریزی زبان میں حضرت مولانا محمد اسحاق نے کیا۔ یہاں پر دیکھنے میں یہ آیا کہ لوگ توجہ سے

سنتے ہیں اور جم کر بیٹھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں تقریباً ہر مسلمان دین کی معلومات رکھتا ہے اور عمل کیلئے جدوجہد بھی کرتا ہے کہ اپنے کاروبار کے ساتھ فکر آخرت بھی بہت ہے۔ بچوں کو عموماً سبھی لوگ اپنے ساتھ مسجد میں نماز کیلئے لاتے ہیں۔ غرض وعظ کے بعد اجتماعی دعا ہوئی اور سب مصلیان نے مسرت کا اظہار کیا۔ یہاں کے لوگوں نے بتایا (میرے دادا پردادا پیر حضرت مسیح الامت مولانا مسیح اللہؒ) تیس سال قبل تشریف لائے تھے اس وقت باقاعدہ یہاں مسجد قائم نہیں ہوئی تھی۔ عارضی طور پر ایک جماعت خانہ بنا ہوا تھا۔ حضرت مسیح الامت تشریف لائے، دعا فرمائی۔ یہ بستی مرکزی علاقہ جوہانسبرگ سے ایک سو کلومیٹر دور ہے اور مسلمانوں کی محدود آبادی ہے لیکن بحمد اللہ تعالی یہاں علمائے کرام کی آمد رہتی ہے اور عوام الناس کا علماء سے بڑا اچھا رابطہ ہے۔

عیدالاضحیٰ کی نماز

بعد نماز مغرب الحاج محمد میاں رحیم کے دولت خانہ گئے وہاں بہت مریض آگئے ان کی تشخیص ہوئی اور دوائیں دی گئیں۔ کافی رات ہوگئی تھی، دن بھر کے تھکے ہوئے تھے، فاروق نانا بھائی کے فارم پر آگئے اور بستر پر پہونچتے ہی نیند نے اپنی آغوش میں لے لیا۔ صبح نماز فجر کے بعد پروگرام کے تحت ٹھیک ساڑھے چھ بجے فاروق بھائی کے ساتھ عیدگاہ پہونچ گئے۔ نماز دوگانہ سے قبل ناچیز کا بیان ہوا اور سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہم السلام اور حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کی قربانی اور یادگار کے تعلق سے جامع گفتگو ہوئی۔ مصلیان میں پاکستانی نژاد اور ہندوستانی حضرات اور مقامی مسلمان عیدگاہ میں حاضر تھے۔ جناب قاری عبدالرحمٰن صاحب قاسمی نے نماز دوگانہ عیدالاضحیٰ پڑھائی اور عربی میں خطبہ دیا نماز اور خطبہ کے بعد حاضرین نے بڑی محبت وعقیدت سے معانقہ کیا اور وہاں سے مقامی لوگوں کے ساتھ قبرستان چلے گئے۔

پرانکو اسپرائٹ کا قبرستان

یہاں کا قبرستان دیکھنے اور اسمیں فاتحہ پڑھنے کا پہلا اتفاق ہوا۔ یہ دیکھ کر دل کو بہت خوشی ہوئی کہ قبرستان بالکل صاف ستھرا ہے اور قبروں کے درمیان چلنے کیلئے اینٹوں کا سادہ سا فرش بنایا گیا ہے۔ قبروں پر بے جا نمائش اور سنگ تراشی نہیں کی گئی ہے بلکہ نام اور پہچان کیلئے بہت سادہ پتھروں کی تختیوں پر مرحومین کے نام لکھے ہیں۔ یہاں سب لوگوں نے پہلے اپنے اپنے طور پر فاتحہ پڑھی اور پھر راقم الحروف سے کہا گیا کہ اجتماعی دعا کرائیں۔ چنانچہ اس قبرستان میں مدفون اور دنیا بھر کے تمام مرحومین کیلئے ایصال ثواب کیا گیا اور مغفرت کی دعا مانگی۔

مریضوں سے ملاقات اور تشخیص

الحاج محمد میاں رحیم کے دولت خانے پر ناشتہ کا انتظام تھا۔ وہاں پر ناشتہ سے فراغت پائی اور پھر مذبح خانہ پہونچ گئے۔ جہاں جانوروں کی قربانی کا (ایمان سے معمور) منظر دیکھا اور واپس آکر حاجی صاحب کے مکان پر ہی آرام کیا۔ نماز ظہر کے بعد مریض آگئے اور یہ سلسلہ عصر تک چلتا رہا۔ مریضوں کی تشخیص اور دوا کا انتخاب ہوتا رہا۔ ہمارے دوپہر کے میزبان جناب شاکر صاحب جونانا بھائی کے نسبتی برادر ہیں بے چارے بعد نماز ظہر سے سراپا انتظار بنے رہے اور کھانے کیلئے انتظام کرتے رہے، آنیوالوں سے معذرت چاہتے ہوئے شاکر صاحب کے مکان پر پہونچے ابھی کھانے سے فارغ نہ ہو پائے تھے کہ مزید کچھ حضرات دور دراز علاقوں سے نبض دکھانے کیلئے آگئے خیر کھانے سے فارغ ہوکر نماز عصر پڑھی اور پھر مغرب تک اور بعد نماز مغرب تا عشاء مریضوں کا تانتا بندھا رہا۔ یہ بات تحدیث نعمت کے طور پر ذکر

کرر ہا ہوں کہ ساؤتھ میں طبیب نہیں ہے۔نبض دیکھ کر مریض کو جب اس کے حالات بتائے جاتے ہیں تو ان کو بڑا تعجب ہوتا ہے۔ایک مریض نے تو سوال کیا کہ حضرت کیا آپ کے پاس جنات ہیں جو آنیوالے مریض کے حالات آپ کو بتاتے ہیں تو مجھے ہنسی آ گئی، میں نے کہا نہیں ایسا کچھ نہیں ہے۔یہ بھی اللہ تعالی نے ایک علم دیا ہے جس سے اطباء مریض کا ہاتھ پکڑ کر اور نبض دیکھ کر تشخیص کرتے ہیں یہ روحانی چیز نہیں بلکہ جسمانی امراض کی شناخت ہوتی ہے۔ اطباء اس علم کو ماہر اور حاذق استاد سے حاصل کرتے ہیں۔بحمداللہ یہاں سب مریضوں کی تشخیص ہوئی۔ہمارے کرم فرماؤں کا اصرار رہا کہ یہاں ایک ڈسپنسری کھولدیں۔

مولانا محمد اسحاق کے دولت کدہ پر عشائیہ

رات کے ۹ بج چکے تھے،کھانے کا اہتمام جناب مولانا محمد اسحاق صاحب امام وخطیب مسجد نور نے اپنے دولت خانہ پر کیا تھا۔ یہاں مریضوں سے فراغت کے بعد مولانا موصوف کے دولت خانہ پر نانا بھائی اور حاجی رحیم صاحب کے ساتھ حاضری ہوگئی، یہ دیکھ کر دل باغ باغ ہوگیا کہ یہاں حضرات اکابر میں سے معروف علماء کرام بھی موجود ہیں جن میں سے خصوصیت کیساتھ حضرت مولانا زبیر علی قاسمی مدظلہ جو اسپرنگ مسلم اسکول کے پرنسپل ہیں اور تقریباً 50 اسکول کی سرپرستی فرماتے ہیں۔مولانا موصوف غالباً ۱۹۴۸ء میں دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوئے تھے اور اسوقت سے برابر درس وتدریس میں مشغول ہیں مولانا موصوف نے بتایا بحمداللہ تعالی ساؤتھ افریقہ میں بہت سے اسکول ایسے ہیں جنکو علماء کرام نے سنبھال رکھا ہے، مولانا نے آسٹریلیا میں کئی اسکول قائم کئے ہیں اور بحمداللہ تعالی وہاں کی مسلم نسل کے دین وایمان کی حفاظت کی فکر کے ساتھ تعلیمی خدمات میں مصروف ہیں۔

دوسرے عالم اور مفتی حضرت مولانا محمد سعید مفتاحی تھے جو مفتاح العلوم جلال آباد سے فارغ ہیں آپ بھی جلال آباد میں قابل ذکر تعلیمی خدمات انجام دے رہے ہیں۔تیسرے حضرت مولانا مفتی عبداللہ مسیحی آزادوِل کے دارالعلوم میں تدریسی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ ان حضرات سے دیر تک حالات حاضرہ پر قیمتی اور معلوماتی تبادلہ خیال ہوتا رہا۔اللہ تعالی تا دیر ان حضرات کو باقی رکھے اور مزید دین وملت کی خدمت صحت وعافیت کے ساتھ کرنیکی توفیق عطا فرمائے۔انھوں نے اور ان جیسے بہت سے حضرات علماء کرام نے دین کیلئے اپنے آپ کو وقف کر رکھا ہے اور اسلام کی روشنی انکی قربانیوں اور جدوجہد کے طفیل باقی ہے اللہ تعالی سلامت رکھے اور قبول فرمائے آمین۔

مولانا محمد اسحاق صاحب نے پرتکلف عشائیہ کا اہتمام کیا تھا ماشاءاللہ یہاں علماء کرام خود کفیل ہیں اپنی بزنس بھی کرتے ہیں بلکہ بعض علماء کی تجارت تو اتنی بڑی ہے کہ دیکھ کر فخر ہوتا ہے کہ یہ حضرات اتنے بڑے تاجر ہوتے ہوئے بھی مساجد اور مدارس ومکا تب سے وابستہ ہیں اور دینی وملی خدمات میں کوتاہی نہیں کر رہے ہیں۔ہم لوگوں کو کیونکہ صبح بوتسوانہ (جو الگ ملک ہے) اور افریقہ میں ہے جانا تھا۔اسلئے رات میں واپس لین ایشیا آنا تھا۔پروگرام یہ بنا کہ عشاء کی نماز لین ایشیاء میں پڑھیں گے۔ چنانچہ ہم لوگوں کو ہماری قیام گاہ تک پہونچانے کیلئے فاروق نانا بھائی اور حاجی محمد رحیم میاں صاحب آگئے ۔ڈیڑھ سو کلومیٹر کا یہ فاصلہ صرف ڈیڑھ گھنٹہ میں طئے ہوگیا۔ اور بفضلہ تعالی ہم لوگ خیر وعافیت کے ساتھ ساڑھے گیارہ بجے شب لین ایشیاء پہونچ گئے ۔اللہ تعالی ان حضرات کو جزاء خیر عطا فرمائے۔اسکے بعد صبح ۹ بجے ہم لوگ بوتسوار روانہ ہوگئے۔

کوسو کے مسلمانوں پر سربوں کے مظالم

حضرت مولانا ایوب صاحب کی زبانی

دوران گفتگو حضرت مولانا محمد ایوب صاحب کاچوی دامت برکاتہم جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء ٹرانسوال ساؤتھ افریقہ نے کوسو کے مسلمانوں پر سربوں کے مظالم اور بربریت کے واقعات سنائے ۔کوسو میں سربوں نے مسلمانوں پر جنگ مسلط کی اور یک طرفہ نسل کشی کی جس سے ساری دنیا سربوں کی حیوانیت پر چیخ اٹھی اسی زمانے میں جمعیۃ علماء کا وفد بھی (حکومت سے اجازت لیکر البانیہ گیا) میں حضرت مولانا کاچوی بھی وفد میں شامل تھے ہم لوگ ساؤتھ افریقہ سے استنبول اور وہاں سے البانیہ گئے جس وقت ہم استنبول کے ائیر پورٹ پر البانیہ جانے والی فلائٹ کا انتظار کر رہے تھے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ حیرانی سے چاروں طرف دیکھ رہا ہے اسکی آنکھوں سے بے رونقی ظاہر ہو رہی تھی ۔کوسو کے مسلمان نقل مکانی کر کے البانیہ آرہے تھے ۔ ہزاروں انسان ہجرت کر رہے تھے جب البانیہ کی سرحد میں داخل ہو گئے تو اطمینان ہوا کہ صحیح سلامت پہونچ گئے ۔لیکن دفعتاً دیکھتے ہیں کے سامنے موت ہی موت ہے جو بھی سرحد پار کر لیتا ہے اسے قتل کر دیا جاتا ہے لاشوں کے ڈھیر لگے تھے چاروں طرف کوسو کے مسلمان مردوں وعورتوں اور بچوں کی لاشیں بکھری پڑی تھیں۔ حقوق انسانیت کے ان ٹھیکیداروں نے انسانیت کو تار تار کر دیا تھا۔ حیوانیت کو گلے لگا لیا تھا۔ استنبول کے ایر پورٹ پر بیٹھا دنیا سے بیزار آدمی بھی البانیہ کی سرحد میں قتل ہونیوالے لوگوں میں سے بچا ہوا تھا وہ سربوں کے ہاتھوں سے بچ کر آ گیا لیکن اس کی دنیا اجڑ چکی تھی۔ اس کا پورا خاندان قتل ہو چکا تھا۔ دنیا اسکی نظروں میں حقیر ہو چکی تھی، اب وہ زندگی سے زیادہ موت کو پسند کر رہا تھا، بتایا کہ اب یہ مسلمان جہاد میں شریک ہونے کے لئے جا رہا ہے۔

ظلم وجبر کا دوسرا واقعہ

استنبول ایر پورٹ پر ہی ایک عورت نے بتایا کہ سربوں نے کوسو کے مسلمانوں کو ایک جگہ جمع کیا ان میں عورتیں بھی تھیں، بچے بھی تھے۔ سب کو ایک لائن میں کھڑا کر دیا اور پھر اس میں سے ایک دس گیارہ سال کے بچے کو لیا اور باندھ دیا اور اس کے کپڑے اتار لئے، اور بلیڈ سے اس کی کھال اتارنی شروع کر دی۔ بچہ چیخا چلایا، ظاہر ہے اس ظلم کو کون برداشت کر سکتا ہے۔ جو لوگ اس بچے کو بچانے کیلئے آگے بڑھے ان کو گولی ماردی گئی۔ یہ ایسا ظلم ہے جسے تاریخ کبھی بھلا نہیں سکتی۔ یہ اس قوم کا گھناؤنا کردار ہے جو ساری دنیا پر حکومت کے خواب دیکھ رہی ہے۔

مفتی رجب صاحب سے

جمعیۃ علماء کے وفد کی ملاقات اور مالی امداد

حضرت مولانا کاچوی مدظلہ العالی نے بتایا کہ ہمارا وفد جب البانیہ پہونچا تو دیکھا کہ ہر طرف بربادی ہی بربادی ہے لوگوں کی بڑی آبادی وہاں سے نقل مکانی کر چکی ہے اور جو لوگ وہاں موجود تھے وہ بھی خوف وہراس میں مبتلا تھے اور ان کی سلامتی کی بھی کوئی امید نہیں تھی ۔ جمعیۃ علماء کا وفد بڑی خطیر رقم لیکر گیا تھا۔ وہاں مسلمانوں میں ایک بڑے عالم تھے جن کا نام مفتی رجب صاحب تھا، وفد کو اپنے گھر پر لے گئے تا کہ وفد کی ضیافت ہو۔ وفد کے اراکین مفتی صاحب کے گھر پہونچے تو دیکھا کہ سارا مکان جلا ہوا ہے، واقعہ معلوم ہوا کہ چند دن قبل بلوائی رات میں دو بجے آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا اور ہم سب لوگوں کو گھر سے باہر نکال دیا اور آگ لگا دی۔ آواز سن کر آس پاس کے مسلمان بھی جمع ہو گئے اور مفتی صاحب خاموشی سے آہستہ آہستہ اس بھیڑ سے نکل کر

اپنے اہل خانہ کولیکر دوسری طرف چلے گئے اس طرح مفتی صاحب اوران کے اہل خانہ بچ گئے ورنہ بلوائی ان کوقتل کرنیکا ارادہ لیکر آئے تھے۔

وفد نے باہم مشورہ کیا کہ حضرت مفتی صاحب کوبھی مالی امداددی جائے تو اس کے لئے مفتی صاحب کو 20 ہزار ڈالر پیش کئے انہوں نے انکار کیا لیکن جب بار بار اصرار بڑھا تو انہوں نے قبول کرلیا اور مدرسہ کے خزانچی کو بلاکر وہ ساری رقم ان کے سپرد کردی اورفرمایا کہ اس کی مدرسہ میں زیادہ ضرورت ہے۔ وفد نے دیکھا کہ آج بھی ایسے بے غرض اور دنیا سے بیزار اللہ والے موجود ہیں، کہ ضرورتمند ہیں لیکن اس کے باوجود قوم کی اور ادارے کی فکر میں ہیں، اور ایثار وقربانی کے جذبہ سے سرشار ہیں۔ کوسو میں بھی جمعیۃ نے تین مدارس قائم کئے اور مفتی رجب صاحب کی فرمائش پر کوسو کے مسلم بچوں اور بچیوں کیلئے جمعیۃ علماء نے اپنا پورا پورا نصاب ارسال کیا۔ اللہ تعالی مفتی رجب صاحب کی حفاظت فرمائے اور عالم اسلام کے جملہ مسلمانوں کی مصائب وآلام سے حفاظت فرمائے۔ آمین

آخر میں کچھ خاص لوگوں کا ذکر

ساؤتھ افریقہ کے سفر کے دوران جس میں بہت سے احباب اور شخصیات سے ملاقات ہوئی ان میں سے اہم حضرات کا ذکر بھی ضروری ہے۔ جنہوں نے ہمارے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کیا اور ہمارے ساتھ وقت بھی لگایا اور ہماری فکر کو اپنی فکر اور ہمارے کام کو اپنا کام سمجھا۔

سب سے پہلے جناب مولانا عثمان صاحب قاسمی کا ذکر کروں گا کہ وہ ایر پورٹ گرانڈ ہوٹل جوہانسبر اپنے ساتھیوں کے ساتھ پہونچے اور ہم لوگوں کو کئی دن بطور مہمان رکھا اور بڑی مہربانی وہمدردی کا سلوک فرمایا، چونکہ ہم لوگوں کو صرف سات دن

کا ویزہ ملا تھا اور ساؤتھ میں اس کو آگے بڑھانا تھا جس کا ذکر ہم نے مولانا عثمان صاحب سے کیا تو انہوں نے مزید ویزہ دلانے کیلئے ہم سے صرف تین ہزار چھ سو رینڈ، ہندوستانی کرنسی کے حساب سے -/21600 نقد لیا اور چھ ماہ کا ویزہ بڑھوادیا۔ بڑا تعجب ہوا کہ ہندوستان میں ساؤتھ افریقن امبیسی نے کوئی ویزہ فیس وصول نہیں کی صرف کاغذات دیکھے اور ویزہ دیدیا لیکن یہاں اتنی بڑی رقم خرچ ہوئی۔ بہرحال مولانا عثمان صاحب کا ہم نے شکریہ ادا کیا، انہوں نے جو تعاون فرمایا اللہ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

ایک اہم اور بے لوث فرشتہ صفت شخصیت حضرت مولانا نذیر احمد صاحب جن سے ہماری ملاقات بے تال شہر میں ہوئی۔ مولانا موصوف کے ساتھ ہم نے ظہر کی نماز پڑھی اور پھر ان کے والد محترم نے باصرار گھر پر دعوت دی۔ شریک طعام ہوئے۔ حضرت مولانذیر احمد صاحب جسات لینس میں رہتے ہیں۔ ایک بڑی مسجد حمایت الاسلام کے امام وخطیب ہیں اور اسکول کے ممتاز اساتذہ میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ موصوف نوجوان ہیں بے انتہا مخلص ہیں نورانی صورت اللہ نے عطا فرمائی ہے۔ جیسے وہ ظاہری اعتبار سے خوبصورت ہیں اللہ تعالی نے ویسا ہی خوبصورت دل اور حسن اخلاق بھی عطا فرمائے ہیں۔ آپ نے بہت سا وقت ہم لوگوں کو عنایت فرمایا اور گاہے گاہے ہماری قیام گاہ پر تشریف لاتے رہے اور ہم لوگ بھی ملاقات کیلئے ان کے دولت کدہ پر حاضر ہوتے رہے۔ آخر تک بہت سے کاموں میں ہماری رہنمائی فرمائی اللہ تعالی حضرت مولانا کو دونوں جہان میں اس کا بہتر بدلہ اور اجر جزیل عطا فرمائے (آمین) ایسے نوجوان کو مشائخ کی صحبت مل جائے تو کندن بن جاتے ہیں۔

حضرت مولانا بشیر مفتاحی سے ایشین برگ میں ملاقات ہوئی۔ انہوں نے بڑی مہربانی فرمائی اپنے دولت کدہ پر مدعو کیا اور بار بار اصرار فرماتے رہے کہ تین دن کم ازکم

گھر پر قیام کریں لیکن ہم اپنی مصروفیت اور پروگراموں کے باعث مجبور تھے اسلئے ان کے اظہار محبت کے باوجود ہم نے معذرت کرلی۔موصوف نے فرمایا کہ میں فی الحال حج کو جارہا ہوں واپسی پر آپ ضرور تشریف لائیں گے لیکن افسوس کہ دوبارہ مولانا کے وقت کی تنگی کی وجہ سے رابطہ نہ ہوسکا۔دل تو چاہتا تھا کہ مولانا موصوف کے پاس زیادہ نہیں تو ایک رات گزاری جائے۔اللہ تعالی موصوف کو بھرپور جزائے خیر عطا فرمائے۔ ہم مسافر دعائے خیر کے علاوہ اور کربھی کیا سکتے تھے۔

دارالعلوم محمدیہ آنے کی دعوت پیش کی جس کو موصوف نے قبول بھی فرمایا پر ان کو اسپرائٹ کے رہنے والے جناب فاروق نانا بھائی، الحاج میاں رحیم صاحب جوہانسبرگ، حضرت مولانا عبدالصمد پانڈور صاحب مدظلہ العالی، الحاج موسیٰ بیرا صاحب امیر جماعت لینس

ایک نوجوان کا حسنِ اخلاق

حسب معمول ہمارا سفر جاری تھا اور آج ہم لوگ ''پوچش روم'' جارہے تھے، کہ اچانک کار کا اگلا ٹائر پنکچر ہوگیا۔گاڑی زیادہ اسپیڈ سے نہیں تھی۔سائڈ میں گاڑی لگادی گئی، ہمارے رہبر مسٹر احمد چوبدات نے گاڑی اور ٹائر کا جائزہ لیا اور کہا کہ اللہ تعالی کا شکر ہے کہ گاڑی معمولی رفتار سے چل رہی تھی ورنہ ایسے حالات میں ایکسیڈنٹ ہوجاتا ہے۔دوسری اسٹپنی موجود تھی نکال کر ڈالنے کا ارادہ کیا تو پیچھے سے ایک کار آکر رکی اور اس میں سے ایک خوبصورت باشرع نوجوان نکل کر ہمارے پاس آگئے۔ دعا وسلام ہوئی معلوم ہوا کہ وہ ہم سے اس سے قبل فنٹابل پارک (جو ایک شہر ہے) میں ملاقات کرچکے ہیں اور پہچان کر ہمارے پاس آئے ہیں۔ہم نے اپنا پرابلم بتایا۔چونکہ ہماری کار میں رکھا ہوا جیک درست نہیں تھا اسلئے وہ اپنی کار سے جیک لائے اور خود ہی

پھٹا ہوا ٹائر نکالا اور دوسرا ڈال کر اسکرو ٹائٹ کردئے۔یہ اللہ تعالی کا فضل ہوا ورنہ جنگل کا علاقہ اور کوئی گاڑی وہاں رکنے والی نہیں تھی اللہ تعالی نے اس نوجوان کو مدد کیلئے بھیجدیا۔گاڑی درست ہونے کے بعد ہم نے شکریہ ادا کیا کہ مولانا آپ نے بڑی مہربانی فرمائی۔اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے (آمین) لیکن اس نوجوان نے کہا کہ نہیں حضرت میں مولانا نہیں ہوں، بس میں جماعت (تبلیغی جماعت) کا ایک ادنیٰ ساتھی ہوں۔خیر ہم گاڑی سے چلدئے اور ہمارے پیچھے وہ بھی اپنی گاڑی سے روانہ ہوئے۔تقریباً پچیس یا تیس کلومیٹر تک وہ ہمارے پیچھے ہی چلتے رہے ہمارے رہبر نے اپنی گاڑی سائڈ میں بھی کی اور آہستہ بھی کی لیکن وہ نوجوان ہم سے آگے نہیں نکلا۔آخر ان کی منزل آگئی اور وہ ایک بستی آنے پر دوسری طرف نکل گئے۔احمد چوبدات نے کہا کہ وہ خود ہی ہم سے آگے نہیں نکل رہے تھے بطور احترام انہوں نے ہماری گاڑی کے پیچھے چلنا پسند کیا لیکن آگے نہیں نکل سکے۔راقم الحروف کو خیال پیدا ہوا کہ تبلیغی جماعت میں لگنے والے ہمارے سبھی نوجوانوں کے اخلاق اتنے بلند ہوجائیں کہ ان میں ایثار وقربانی کا جذبہ پیدا ہوجائے تو کتنے لوگ بغیر تشکیل کے ہی جماعت کے کام میں شریک ہوکر اپنی زندگی بدل سکتے ہیں۔اللہ تعالی اس نوجوان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اپنی خوشنودی سے نوازے۔آمین

اس نوجوان کے علاوہ بھی ہم نے ساؤتھ میں بہت سے جماعت کے ساتھیوں کو دیکھا تو ان میں کسر نفسی اور عجز وانکساری نظر آئی۔علمائے کرام کی قدردانی اور عزت افزائی ان حضرات کا خاص شیوہ ہے۔کاش ہمارے اطراف کے جماعتی بھائیوں اور کارکنان میں بھی ویسا ہی جذبہ اور اخلاص پیدا ہوجائے تو اصلاح احوال میں کامیابی کا باعث بن سکتا ہے۔

حضرت عقبہؓ بن نافع فہری

المغرب (شمالی افریقہ) پر اسلام کی باران رحمت کا پہلا چھینٹا اس وقت پڑا جب حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں فتح مصر کے فوراً ہی بعد مجاہدین اسلام نے اس کی طرف پیش قدمی کی اور امیر مصر حضرت عمروؓ بن العاص کی فوجیں شمالی ساحل کے قبائل کو مغلوب کرتی ہوئی برقہ تک جا پہونچیں۔ خلیفۂ ثالث حضرت عثمان ذوالنورینؓ کا دور خلافت آیا تو ۲۶ھ میں مسلمانوں نے والیٔ مصر عبداللہؓ بن ابی سرح کی زیر قیادت طرابلس الغرب (لیبیا) پر چڑھائی کی۔ اس وقت افریقہ (بشمول طرابلس) پر قیصر روم کی طرف سے جرجیر (گریگوریس) نامی ایک بطریق حکومت کر رہا تھا۔ مسلمانوں نے ایک خونریز جنگ کے بعد اسے شکست دی اور پھر سارے ملک میں پھیل گئے۔ رومیوں نے اپنی خیریت اسی میں دیکھی کہ مسلمانوں کی ابلتی ہوئی قوت کے مقابلہ کا خیال ترک کردیں۔ چنانچہ انہوں نے پچیس لاکھ دینار سالانہ پر مسلمانوں سے صلح کرلی اور اسلامی لشکر ایک سال تین مہینے بلاد مغرب میں مقیم رہ کر واپس چلا گیا۔ مسلمانوں کی مراجعت کے بعد رومیوں کی باسی کڑھی میں پھر ابال آیا، انہوں نے اپنا عہد و پیمان توڑ ڈالا اور اسلامی حکومت کی اطاعت سے منحرف ہوگئے لیکن کچھ ایسے موانع پیش آئے کہ مسلمان ایک عرصہ تک اس طرف توجہ نہ کرسکے یہاں تک کہ ۴۱ھ میں امیر معاویہؓ کا دورِ حکومت شروع ہوگیا۔ انہوں نے ۴۵ھ میں معاویہؒ بن خدیج کو ایک زبردست فوج دیکر شمالی

افریقہ کی تسخیر کیلئے روانہ کیا۔ انہوں نے رومیوں کو شکستوں پر شکستیں دے کر شمالی افریقہ کے کئی وسیع علاقے اور ساحلی مقامات فتح کرلئے لیکن وہ رومیوں اور سرکش بربریوں کی متحدہ قوت کا پوری طرح استیصال نہ کرسکے۔ فی الحقیقت ان کی جبلت ہی ایسی تھی کہ جب تک ان کے سر پر فوجی قوت مسلط رہتی وہ مطیع رہتے۔ ذرا سی ڈھیل بھی ملتی تو فوراً باغی ہوجاتے۔ ان کی سرکوبی کیلئے اب امیر معاویہ کی نظر انتخاب ایک ایسے مرد مجاہد پر پڑی جس کی شجاعت ومہارت اور شوق جہاد کی شہرت مصر سے نکل کر مرکز حکومت دمشق تک آپہونچی تھی۔ یہ مرد مجاہد حضرت عقبہؓ بن نافع فہری تھے۔

☆......☆......☆

حضرت عقبہؓ بن نافع بن قیس القرشی الفہری کا شمار پہلی صدی ہجری کے نامور سپہ سالاروں میں ہوتا ہے۔ وہ مشہور صحابی حضرت عمر بن العاص فاتح مصر کے بھانجے تھے۔ ان کی ولادت عہد رسالت کے آخری سالوں میں ہوئی، (گزشتہ صفحات میں آپنے پڑھا ہے کہ حضرت عقبہؓ بن نافع کی ولادت حضور اکرم ﷺ کی ولادت مبارکہ سے ایک سال قبل ہوئی، اس کو حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی نے نقل کیا ہے، یہ مؤرخین کا اختلاف ہے۔)

انہیں کمسنی میں شرف صحابیت حاصل ہوئی یا نہیں؟ اس کے بارے میں وثوق سے کچھ کہا نہیں جاسکتا، عام طور پر انہیں تابعین میں شمار کیا جاتا ہے۔ حضرت عقبہؓ کی پرورش اور تعلیم وتربیت نہایت پاکیزہ ماحول میں ہوئی، وہ جوان ہوئے تو اپنے اعلیٰ کردار، شجاعت، صالحیت، ذوقِ عبادت اور شوقِ جہاد کی بناء پر نہ صرف بنوفہر بلکہ دوسرے لوگوں میں بھی نہایت عزت واحترام کی نظروں سے دیکھے جاتے تھے، یہاں تک کہ لوگ انہیں ایک مستجاب الدعوات جوانِ صالح سمجھتے تھے۔ اہلِ سیر کا بیان ہے کہ عنفوانِ

شباب میں وہ جہاد فی سبیل اللہ کی خاطر اپنے ماموں حضرت عمروؓ بن العاص کے پاس مصر چلے گئے اور وہاں دشمن کے خلاف کئی معرکوں میں دادِ شجاعت حاصل کی۔

مولوی محمد جمیل الرحمٰن نے ''تاریخِ مغرب'' میں ''کتاب الاستبصار فی عجائب الامصار'' کے حوالے سے حضرت عقبہؓ کے قیام مصر کے زمانے کی ایک دلچسپ روایت بیان کی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عمروؓ بن العاص کے زمانۂ ولایت میں حضرت عقبہؓ بن نافع مصر گئے اور وہاں کے کسی گاؤں میں قیام کیا، ان کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ وسلم کے چند صحابہ بھی تھے۔ ان میں جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ بن العاصؓ بھی شامل تھے۔ ایک دن ان سب کے سامنے دستر خوان بچھا ہوا تھا کہ اچانک ایک چیل نے کھانے پر جھپٹا مارا اور ہڈی لے اڑی۔ یہ دیکھ کر حضرت عقبہؓ نے کہا ''خدا کرے اس کی گردن ٹوٹ جائے'' یہ کہنا تھا کہ چیل گردن کے بل گری اور اس کی گردن ٹوٹ گئی۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے انا اللہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ حضرت عقبہؓ نے پوچھا ''اے ابوعبداللہ آپ کو کیا ہوگیا ہے؟'' حضرت عبداللہؓ نے فرمایا'' میں نے سنا ہے کہ اس جانب بعض لوگ لشکر کشی کریں گے اور سب کے سب شہید ہو جائیں گے۔'' حضرت عقبہؓ نے فوراً ہاتھ اٹھائے اور دعا کی ''یا اللہ میں بھی ان میں سے ایک ہوں'' حضرت عقبہؓ کی یہ دعا ان کے شوق شہادت کی مظہر تھی۔

حضرت عمرؓ بن العاص نے اپنی وفات ۴۳ھ مطابق ۶۶۳ء سے کچھ عرصہ پہلے حضرت عقبہ کو عساکر افریقہ کا سپہ سالار مقرر کیا۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ اسی زمانے میں انہوں نے سوڈان پر یلغار کی اور کئی علاقوں کو فتح کرتے ہوئے غدامس تک پہونچ گئے۔ وہ پہلے مسلمان سپہ سالار ہیں جنہوں نے سوڈان میں پرچم اسلام بلند کیا۔

۵۷ھ بمطابق ۶۷۶ء میں امیر معاویہ نے انہیں شمالی افریقہ کی مہم کا قائد مقرر کیا تو انہوں نے دس ہزار سرفروشوں کے ساتھ ایسی زبردست یلغار کی کہ سارے بلادِ عرب میں زلزلہ پڑ گیا۔ مجاہدین اسلام نے تیونس (قرطاجنہ) تک کا علاقہ فتح کرلیا اور رومیوں اور ان کے ساتھی بربریوں کی سخت گوشمالی کی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس مہم کے دوران ایک مرتبہ وہ اپنے لشکر کے ساتھ ایک لق ودق صحرا سے گزر رہے تھے کہ لشکر کے پاس پانی کا ذخیرہ ختم ہوگیا۔ دور دور تک پانی یا کسی آبادی کا نام ونشان تک نہ تھا، لوگ پانی کی تلاش میں ادھر ادھر بہت دوڑے لیکن ناکام واپس آئے۔ یہ بڑا نازک وقت تھا کیوں کہ ہزاروں آدمیوں اور جانوروں کی زندگیاں خطرے میں تھیں۔ اس وقت حضرت عقبہ بن نافعؒ نے دو رکعت نماز پڑھ کر ایک طویل دعا کی۔ اللہ کی شان، اسی وقت حضرت عقبہ کے گھوڑے نے اپنے سُم سے زمین کو کریدنا شروع کیا۔ جب تھوڑی سی ریت ہٹ گئی تو ایک بڑا سا پتھر دکھائی دیا۔ حضرت عقبہ کے حکم سے اس پتھر کو ہٹایا گیا تو اس کے نیچے سے ٹھنڈے اور میٹھے پانی کا چشمہ نکل آیا۔ عقبہؓ نے اللہ تعالی کا شکر ادا کیا اور بلند آواز سے پکارے۔ ''اللہ تعالی نے ہمارے لئے پانی بھیج دیا'' اہل لشکر جو پیاس سے نڈھال تھے، فرط مسرت سے بے خود ہوگئے انہوں نے اس چشمے سے چھوٹی چھوٹی نالیاں مختلف سمتوں میں نکالیں اور پانی کا ذخیرہ مشکوں اور برتنوں میں جمع کرلیا۔ اس کے بعد اس واقعہ کی نسبت سے اس مقام کا نام ''ماء الفرس'' (گھوڑے کا چشمہ) مشہور ہوگیا۔

بلاد مغرب کی مہم سے فارغ ہوکر حضرت عقبہؓ نے سوچا کہ اس علاقہ میں ایک ایسا شہر بسانا چاہئے جو اسلامی قوت کا مرکز ہو اور نہ صرف سرکش بربریوں کی شورشوں کی روک تھام کر سکے بلکہ رومیوں کے بحری حملوں کا موثر دفاع بھی کر سکے۔ چنانچہ انہوں نے

صوبۂ بیزاسین (BYZACENE) کے وسط میں القیر وان کے مستحکم فوجی قلعے اور شہر کی بنیاد رکھی۔ علامہ ابن العزاری المراکشی نے ''البیان المغرب میں'' لکھا ہے کہ حضرت عقبہ نے جو جگہ شہر کی تعمیر کیلئے منتخب کی وہاں میلوں تک گھنا جنگل اور دلدلی علاقہ تھا جو حشرات الارض اور خونخوار درندوں کا مسکن تھا۔ جب انہوں نے ایسے علاقے میں شہر کی تعمیر کا ارادہ ظاہر کیا تو ان کے ساتھیوں نے ان سے کہا:

''اے امیر آپ نے ایسے گھنے جنگل اور دلدلوں میں شہر تعمیر کرنے کا حکم دیا ہے جس میں کوئی انسان قیام کرنا پسند نہیں کر سکتا۔ ڈر ہے کہ سانپ اور خونخوار درندے ہمیں نقصان پہنچائیں گے۔'' حضرت عقبہؓ کے لشکر میں اٹھارہ صحابہ کرامؓ اور باقی سب لوگ تابعین تھے۔ عُقبہؓ نے صحابہ کرامؓ کو ساتھ لے کر بارگاہِ رَبّ العزّت میں بآوازِ بلند دعا کی ''الٰہی تو ہمیں اپنے فضل وکرم سے نواز، اور ہمیں یہ شہر آباد کرنے کی توفیق عطا فرما'' دوسرے اہل لشکر نے بھی اس دعا میں نہایت خشوع وخضوع سے ان کا ساتھ دیا۔ پھر حضرت عقبہؓ جنگل کے قریب گئے اور پکار کر کہا۔ ''اے سانپو اور اے درندو! ہم رسولِ عربی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور تابعین ہیں۔ تم یہاں سے چلے جاؤ کیونکہ اس جگہ ہم اقامت اختیار کرنے والے ہے۔ اگر تم یہاں سے نہ گئے تو ہم تمہیں ہلاک کرنے میں آزاد ہوں گے۔'' اس کے بعد چشمِ فلک نے یہ حیرت انگیز نظارہ دیکھا کہ تمام درندے اپنے بچّوں کو اٹھائے جنگل سے بھاگ رہے ہیں اور سانپ بچھو وغیرہ بھی ان کے پیچھے پیچھے جا رہے ہیں بس طرح دیکھتے دیکھتے یہ علاقہ تمام دحوش اور حشرات الارض سے خالی ہو گیا۔ اس کے بعد درخت کاٹ کر شہر کی تعمیر کا آغاز کر دیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس واقعہ کے چالیس برس تک اہلِ فریقہ نے اس علاقہ میں کسی بچھّو، سانپ یا درندے کا نام ونشان تک نہ پایا۔

حضرت عُقبہؓ نے سب سے پہلے دارالامارۃ اور جامع مسجد کیلئے چہار دیواری بنوائی۔ ابن الغداریؒ کہتے ہیں کہ اس موقع پر قبلہ کی سمت کے بارے میں لوگوں میں اختلاف پیدا ہو گیا جس نے آہستہ آہستہ شدید صورت اختیار کر لی۔ حضرت عقبہؓ کو اس سے بہت تشویش ہوئی اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اس مشکل کے حل کی دعا مانگی۔ ایک دن خواب میں دیکھا کہ ایک نورانی صورت کے بزرگ آئے ہیں اور ان سے کہہ رہے ہیں ''صبح جب تم اٹھو تو جھنڈا ہاتھ میں لے کر اس کو اپنی گردن پر رکھ لو تم اپنے آگے تکبیر کی آواز سنو گے دوسرا کوئی شخص اس آواز کو نہ سن سکے گا۔ اس جگہ کا خیال رکھو جہاں یہ تکبیر تم کو سنائی نہ دے بس وہی مقام تمہارا قبلہ اور محراب ہے...... اس کے بعد ان کی آنکھ کھل گئی۔ اسی وقت اٹھ کر وضو کیا اور نماز پڑھی پھر صبح کے انتظار میں بیٹھ گئے جب پو پھٹی تو پھر دو رکعت نماز پڑھی اس وقت انہوں نے اپنے سامنے تکبیر کی آواز سنی۔ لوگوں سے پوچھا کہ جو کچھ میں سن رہا ہوں کیا تمہیں بھی سنائی دے رہا ہے؟ انہوں نے کہا ''نہیں'' اب انہیں یقین ہو گیا کہ قبلہ کی سمت متعین کرنے میں ان کی راہنمائی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو رہی ہے۔ چنانچہ انہوں نے جھنڈا اٹھایا اور اس کو گردن پر رکھ کر تکبیر کی آواز کے پیچھے پیچھے چلے لوگوں کا ایک جمِ غفیر بھی ان کے ساتھ تھا۔ آخر اس محراب تک پہنچے جو جامع مسجد کی چار دیوری میں پہلے ہی موجود تھی یہاں تکبیر کی آواز بند ہو گئی۔ اس پر انہوں نے اسی مقام پر جھنڈا اگاڑ دیا اور لوگوں سے کہا کہ یہ تمہاری محراب اور سمتِ قبلہ ہے۔ چنانچہ جامع مسجد اور شہر کی دوسری مسجدوں میں بھی قبلہ کا رخ اسی کے مطابق رکھا گیا۔

یہ قضیہ طے ہو جانے کے بعد شہر کی تعمیر تیزی سے شروع ہو گئی اور جلد ہی القیر وان'' کا عظیم الشان شہر وجود میں آ گیا۔ اس کی جامع مسجد نہایت شاندار تھی۔ اس

کا طول تین ہزار ذراع اور عرض چھ سو ذراع تھا (ذراع نصف گز انگریزی کے برابر ہوتا ہے) اسی طول و عرض سے مسجد کی دسعت اور شان کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ القیر وان کی تاسیں سے مسلمانوں کو ایک مضبوط فوجی مستقر مل گیا اور انہیں جمعیت خاطر بھی حاصل ہوگئی اس کے ساتھ ہی افریقہ میں اشاعتِ اسلام کا راستہ صاف ہوگیا۔

☆......☆......☆

حضرت عقبہؒ کو نو تعمیر شہر میں زیادہ عرصہ قیام کرنا نصیب نہ ہوا۔ القیر وان کے آباد ہونے کے فوراً بعد ۵۵ھ مطابق ۶۷۷ء میں امیر معاویہؓ نے حضرت مسلمہؓ بن مخلد انصاری کو مصر اور افریقہ کا والی مقرر کیا۔

(ایک دوسری روایت میں ہے کہ یہ تقرر ۵۳ھ میں ہوا)۔ حضرت مسلمہؓ نے حضرت عقبہؒ کو معزول کر کے ان کی جگہ اپنے ایک غلام ابوالمہاجر کو افریقہ کا والی مقرر کیا۔ ابوالمہاجر نے قیروان پہنچ کر حضرت عقبہ کے ساتھ ان کے شایان شان برتاؤ نہ کیا اس سے انکو سخت رنج ہوا اور انہوں نے دمشق جا کر امیر معاویہؓ سے ابوالمہاجر کی شکایت کی۔ امیر معاویہؓ نے ان کو دوبارہ افریقہ کی ولایت پر بھیجنے کا وعدہ کیا لیکن اپنی زندگی میں انہیں یہ وعدہ پورا کرنے کا موقع نہ مل سکا کیونکہ ابوالمہاجر نے الجزائر کی طرف پیش قدمی شروع کر دی تھی۔ علامہ ابنِ خلدونؒ کا بیان ہے کہ ابوالمہاجر الجزائر میں داخل ہو کر تلمستان تک بڑھتے چلے گئے، اس دوران میں انھوں نے ایک ممتاز بربری سردار کُسَیلہ برنسی کو شکست فاش دی۔ شکست کھانے کے بعد کسیلہ نے اسلام قبول کر لی اور ابوالمہاجر نے اسکے مرتبے کا لحاظ کرتے ہوئے اسے اپنے مشیروں میں شامل کر لیا۔

امیر معاویہؓ کی وفات (۶۰ھ) مطابق ۶۸۰ء کے بعد یزید اوّل تختِ حکومت پر بیٹھا یا اس نے ۶۲ھ، ۶۸۰ء میں اپنے والدِ ماجدؓ کے وعدہ کو پورا کیا اور حضرت عقبہؓ بن نافع

کو دوبارہ افریقہ کا والی مقرر کر دیا۔ حضرت عقبہؒ فوراً عازمِ قیروان ہو گئے اور وہاں پہنچ کر ابوالمہاجر سے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ چونکہ سرکش بربری اور رومی نت نئے فتنے اٹھاتے رہتے تھے حضرت عقبہؒ نے عزم بالجزم کر لیا کہ خواہ انہیں ساری عمر لڑنا پڑے وہ ان سرکش عناصر کی بیخکنی کر کے رہیں گے۔ چنانچہ انھوں نے اپنے لڑکوں کو بلایا اور ان سے مخاطب ہو کر کہا، میرے بچو میں نے اپنی جان کو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بیچ دیا ہے۔ لہذا جب تک زندہ رہوں گا، کفار سے جہاد کرتا رہوں گا۔،، اسکے بعد وہ ایک مضبوط فوج کے ساتھ قیروان سے وسطی المغرب کی طرف بڑھے اور باغہ (یاباغایہ) پہنچ کر پڑاؤ ڈالا۔

وہاں بڑی تعداد میں رومی اور بربری جمع تھے۔ حضرت عقبہؒ نے ایک خونریز معرکہ کے بعد ان کے متحدہ لشکر کو شکست دی۔ یہ لوگ شکست کھا کر شہر میں محصور ہو بیٹھے۔ اسلامی لشکر کچھ عرصے محاصرہ کیے رہا لیکن محصورین نے شہر سے باہر نکلنے کی ہمت نہ کی۔ حضرت عقبہؒ نے وہاں زیادہ ٹھرنا مناسب نہ سمجھا اور زاب کے علاقہ میں واقع رومیوں کے ایک بڑے مرکز لمبیس پر دھاوا بول دیا۔ لمبیس میں رومیوں کا ایک جرار لشکر موجود تھا لیکن اسنے بُری طرح شکست کھائی۔ اب حضرت عقبہؒ نے آگے بڑھ کر فزان کو جا گھیرا۔ وہاں کے حکمران کو مقابلہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی اور اسنے مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لی۔ فزان کی تسخیر کے بعد اربہ کے مقام پر رومیوں کے ایک زبردست لشکر کو شکست دیتے ہوئے تاہرت کا رخ کیا۔ وہاں کے رومیوں کو مسلمانوں کی پیش قدمی کی اطلاع ملی تو انھوں نے اپنی مدد کے لئے بربریوں کو بلا لیا۔ اسطرح رومیوں اور بربریوں کا ایک بہت بڑا لشکر جمع ہو گیا۔ ان کے مقابلے میں مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی لیکن انہوں نے اپنی جانیں راہِ حق میں وقف

کررکھی تھیں اسلئے دشمن کی کثرتِ تعداد کو مطلق خاطر میں نہ لائے اور سروں سے کفن باندھ کر کفّار کی مہیب طاغوتی قوت پر ٹوٹ پڑے۔رومی اور بربری جنگجو جان توڑ کر لڑے لیکن مسلمان سرفروشوں کے سامنے انکی کچھ پیش نہ چلی اور بالآخر انہوں نے بُری طرح شکست کھائی۔

تاہرت سے حضرت عقبہؓ نے طنجہ کا رخ کیا جو بحرِ روم کے کنارے افریقہ کا آخری شہر اور رومیوں کا ایک مضبوط مرکز تھا۔ وہاں کا حکمران جولیان (Julian) بڑے اثر و اقتدار کا مالک تھا اور مغرب کے بیشتر حکمراں اس کے باجگذار تھے۔اس نے باختلاف روایت حضرت عقبہ سے شکست کھا کر یا خود ہی برضا و رغبت مسلمانوں کی اطاعت قبول کرلی۔حضرت عقبہ کا ارادہ تھا کہ طنجہ سے آبنائے جبل الطارق کو عبور کر کے اندلس (SPAIN) پر حملہ آور ہوں لیکن جولیان نے انہیں مشورہ دیا کہ ایسا کرنا مناسب نہ ہوگا۔کیونکہ کوہِ اطلس کبیر اور سوس کے کافر بربریوں سے کسی بھی وقت اسلامی اقتدار کو خطرہ لاحق ہوسکتا ہے۔چنانچہ حضرت عقبہؓ نے طنجہ سے سوس ادنیٰ کا رخ کیا اور زرھون ، ولیلی، نفیس، سوس اقصیٰ اور درعہ کو مسخر کرتے ہوئے صحرائے لمتونہ تک پہونچ گئے۔ وہاں سے بحر اوقیانوس کے شمالی ساحل کی طرف بڑھے اور بلاد آسفی میں جبل درن (اطلس کبیر) کے مصمودہ بربر قبائل اور پھر تارودانت تک مقابل اطلس (ANTI ATLAS) کے بربروں کو مطیع و منقاد کرتے ہوئے بحر اوقیانوس کے شمالی ساحل پر پہونچ گئے۔اب وہ سارا شمالی افریقہ فتح کرچکے تھے۔لیکن جذبۂ جہاد کا یہ عالم تھا کہ بحر اوقیانوس کی وسعتوں کو اپنے راستے میں حائل دیکھ کر بصد حسرت و یاس آسمان کی طرف نظر کی اور کہا:

”بارِ الٰہا اگر یہ سمندر میرے راستے میں حائل نہ ہوتا تو جہاں تک زمین ملتی میں تیری

راہ میں جہاد کرتا چلا جاتا“

پھر انہوں نے اپنے شبدیز صبا رفتار کو جست دیکر سمندر میں ڈال دیا اور جب پانی گھوڑے کی رانوں تک پہونچ گیا تو انہوں نے اسے روک لیا اور تلوار ہوا میں لہراتے ہوئے بڑے جوش اور جذبے سے یوں گویا ہوئے:

”خدائے قادر و توانا تو خوب جانتا ہے کہ تیرا یہ عاجز بندہ اس نیت سے گھر سے نکلا تھا کہ تیرے ولی ذوالقرنین کی طرح زمین کی آخری حدوں تک تیرا نام بلند کرے تاکہ تیرے سوا کوئی دوسرا نہ پوجا جائے لیکن آج اس سمندر نے اس کا راستہ روک لیا ہے۔“

یہ کہہ کر وہ ساحل سے بڑی بے دلی کے ساتھ واپس آئے۔

حضرت عقبہؒ کی فتوحات نے تمام شمالی افریقہ پر مسلمانوں کا سکہ بٹھا دیا تھا اور بظاہر ان کی حریف کوئی بڑی قوت باقی نہ رہ گئی تھی۔لیکن دفعتہً کسیلہ برنسی کی غداری نے سارے افریقہ میں انقلاب برپا کردیا۔

کسیلہ برنسی، حضرت عقبہ کے پیشرو ابوالمہاجر سے شکست کھا کر مسلمان ہوگیا تھا اور ان کا مشیر بن گیا تھا۔حضرت عقبہؒ نے ۶۲ھ میں دوسری مرتبہ افریقہ کی عنان حکومت سنبھالی تو ابوالمہاجر نے ان سے کسیلہ کی سفارش کی اور اس کے مرتبہ کا لحاظ رکھنے کا مشورہ دیا۔حضرت عقبہ ابوالمہاجر کو اپنا مخالف سمجھتے تھے اس لئے اس سفارش اور مشورہ نے ان کے دل میں کسیلہ کے بارے میں بھی کھٹک پیدا کردی۔ چند دن بعد انہوں نے بعض شکوک کی بناء پر یا انتظامی اور احتیاطی تدبیر کے پیش نظر ابوالمہاجر اور کسیلہ دونوں کو گرفتار کرلیا اور اپنی مہمات کے دوران میں انہیں پابہ زنجیر کر کے ہمیشہ اپنے ساتھ رکھا۔بعض مورخین نے لکھا ہے کہ انہوں نے صرابوالمہاجر کو گرفتار کیا اور کسیلہ کے خلاف صرف اتنی کاروائی کی کہ اس کو مجلس مشاورت سے خارج کر کے ایک

عام سپاہی کی حیثیت دیدی۔ کسیلہ نے اسے اپنی توہین سمجھا اور بعد میں ایک موقعہ پر جب حضرت عقبہ نے اسے جانور ذبح کرنے پر مجبور کیا تو وہ دل میں انکا جانی دشمن بن گیا اور ان سے بدلہ لینے کیلئے موقع کی تلاش میں رہنے لگا تاہم اس نے اپنے ظاہری رویہ میں کوئی فرق نہ آنے دیا۔

حضرت عقبہؓ بحر اوقیانوس کے شمالی ساحل سے واپس آتے ہوئے علاقۂ زاب میں طبہ کے مقام پر پہونچے تو اس اطمینان میں کہ اب کوئی مخالف ومزاحم باقی نہیں رہا اپنی فوج کو منتشر کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے لشکر کو متعدد دستوں میں تقسیم کر کے قیروان کی جانب روانہ کر دیا اور اپنے ساتھ ایک مختصر سی جمعیت رکھی۔ اس اثناء میں کسیلہ ان کے لشکر سے فرار ہو گیا اور مسلمانوں کے مقابلہ کیلئے فوج جمع کرنی شروع کر دی۔

حضرت عقبہؓ اپنی مختصر جمعیت کے ساتھ آگے بڑھ رہے تھے کہ صحراء کے کنارے تہودا کے مقام پر کسیلہ نے ایک جرار لشکر کے ساتھ انہیں آگھیرا۔ بعض مورخین کا بیان ہے کہ حضرت عقبہؓ نے تہودا کے رومیوں کو اسلام کی دعوت دی لیکن وہ حضرت عقبہؓ کے ساتھ اتنے کم آدمی دیکھ کر مقابلہ پر آمادہ ہو گئے۔ انہیں کسیلہ کی حضرت عقبہ سے عداوت کا علم تھا۔ چنانچہ انہوں نے عین اس وقت جب مسلمانوں نے تہودا کا محاصرہ کر رکھا تھا، کسیلہ کو پیغام بھیجا کہ عقبہ سے انتقام لینے کا یہ بہترین موقعہ ہے کیونکہ ان کے پاس مٹھی بھر آدمی ہیں۔ کسیلہ یہ پیغام ملتے ہی ایک بڑے لشکر کے ساتھ تہودا پہونچ گیا اور مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا۔ مسلمانوں کی تعداد تین سو کے لگ بھگ تھی جبکہ کسیلہ کا لشکر چھ ہزار سے زیادہ بربری جنگجوؤں پر مشتمل تھا۔ لیکن حضرت عقبہ اور ان کے ساتھیوں کے دلوں میں تو شوق شہادت کے شعلے بھڑک رہے تھے۔...... اپنے سے بیس گنا بربریوں کو مطلق خاطر میں نہ لائے۔ ان غیور مردان حق نے اپنی ڈھالیں اور تلواروں کے نیام توڑ پھینکے اور سروں سے کفن باندھ کر دشمن کی صفوں میں گھس گئے۔ بربریوں کی کثیر تعداد ماری گئی لیکن حضرت

عقبہؓ اور ان کے تمام جانباز ساتھی بھی مردانہ وار لڑتے ہوئے ایک ایک کر کے شہید ہو گئے۔ یوں حضرت عقبہؓ کے دل میں رتبۂ شہادت پر فائز ہونے کی جو آرزو مدت العمر سے مچل رہی تھی، وہ پوری ہو گئی۔ اس موقعہ پر ابوالمہاجر نے جو پابزنجیر حضرت عقبہؓ کے ساتھ تھے، عجیب مومنانہ کردار کا مظاہرہ کیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ لڑائی شروع ہونے سے پہلے حضرت عقبہؓ نے انہیں آزاد کر دیا اور کہا کہ تم قیروان جا کر مسلمانوں کو منظم کرو، میں شہادت حاصل کرتا ہوں لیکن ابوالمہاجر نے کہا کہ میں یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گا کیونکہ میرا مطلوب ومقصود بھی جام شہادت پینا ہے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت عقبہؓ اور دوسرے مسلمانوں کے پہلو بہ پہلو نہایت بہادری سے لڑ کر شہادت پائی۔ ان تمام شہیدان راہ حق کی قبریں آج بھی اس مقام پر موجود ہیں جو ایک چھوٹے سے گاؤں کا مرکز بن گیا ہے اور زیارت گاہِ خاص وعام ہے۔ یہ گاؤں حضرت عقبہؓ کے نام پر "سیدی عقبہ" کہلاتا ہے اور تہودا کی قدیم جائے وقوع کے قریب بسکرہ کے جنوب مشرق میں چند میل کے فاصلے پر واقع ہے۔

حضرت عقبہؓ کی شہادت ۶۴ھ مطابق ۶۸۵ء کے بعد کسیلہ نے قیروان پر قبضہ کر لیا لیکن پانچ سال بعد عبدالملک بن مروان کے عہد حکومت میں زہیرؒ بن قیس بلوی نے اس کو قیروان سے نکلنے پر مجبور کر دیا اور پھر ممش کے مقام پر ایک خونریز جنگ کے بعد اس کو عبرتناک شکست دی۔ اس لڑائی میں کسیلہ اور اس کے ساتھ بڑے بڑے بربری اور رومی سردار مارے گئے اور یوں حضرت عقبہؓ کا قاتل اپنے انجام کو پہنچ گیا۔

رحمۃ اللہ تعالی علیہ

☆......☆......☆

مؤلف کی دیگر کتابیں

- ☆ خوابوں کی تعبیر اوران کی حقیقت اول
- ☆ خوابوں کی تعبیر اوران کی حقیقت دوم
- ☆ مفتاح الصلوٰۃ
- ☆ انوارالسالکین
- ☆ قرآن وسنت کی روشنی میں تصوف کی حقیقت
- ☆ خطبات رحیمی (اول)
- ☆ خطبات رحیمی (دوم)
- ☆ خطبات رحیمی (سوم)
- ☆ سفرنامہ جنوبی ہندتا جنوبی افریقہ
- ☆ خطبات حبان (برائے دختران) (اول)
- ☆ خطبات حبان (برائے دختران) (دوم)
- ☆ خطبات حبان (برائے دختران) (سوم)

مکمل پتہ:

ڈاکٹر محمد ادریس حبان رحیمی

نمبر 248، رحیمی شفاخانہ 6 رواں کراس، گنگونڈنہلی مین روڈ لائر پالیہ نائنڈ ہلی

پوسٹ میسور روڈ بنگلور۔ 39 کرناٹک

فون: 9845006440 / 080-2339736

934312908 / 9341640585